تفسیر سورۃ

یٰسٓ

ڈاکٹر سید نیاز محمد ہمدانی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

کتاب: تفسیر سورۂ یاسین

مؤلف: ڈاکٹر سید نیاز محمد ہمدانی

مطبع: معراج دین پرنٹرز، لاہور

اشاعت: مارچ 2014 (بار اول)

تعداد: ایک ہزار

ہدیہ:

ناشر: سجل پبلی کیشنز۔ لاہور

ISBN...

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انتساب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور ان کے

اہل بیت اطہار

کے نام

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فہرست

عنوان صفحہ

1۔تعارف 22
2۔خلاصہ مطالب..22
3۔سورۂ یاسین کی فضیلت..23
4۔قران حکیم، حکمت کے معنی، فضیلت، حکمت عملی اور حکمت نظری.......................28-32
5۔عزیز ورحیم، قرآن عزیز ہے، قرآن رحمت ہے....................................36-38
6۔نزول قرآن اور بعثت رسول کا مقصد..40
7۔اجر کریم..49
8۔امام مبین..52
9۔اصحاب قریہ، رسولان الٰہی کی اصل ذمہ داری، مومن یاسین، 54-63
10۔ربوبیت کی نشانیاں اور شکر گزاری کی دعوت....................................76-81
11۔سورج، چاند، ستارے، منازل قمر، رویت ہلال کا مسئلہ..........................82-87
12۔کشتی نوح..88
13۔تقویٰ کا حکم، مومنین و کافرین کا کردار...91-96
14۔قیامت کے دلائل، مومن اور مجرم کا انجام، جنت.................................97-102
15۔ اللہ کی بندگی، شیطان کی بندگی، صراط مستقیم..................................106-114
16۔قرآن شعر نہیں..115
17۔انسان کی خلقت اور اس کا جھگڑالو پن...119
18۔اللہ کی قدرت، خلاقیت، حاکمیت اور شان کن فیکون..............................120=122
19۔ضمیمہ: قم میں درس قرآن پر حملے کا واقعہ...126

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمدلله رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ سید نا و مولانا ابی القاسم محمد خاتم النبیین و آله الطیبین الطاهرین المعصومین

قارئین محترم السلام علیکم ورحمت اللہ۔ اس سے پہلے تفسیر سورۂ فاتحہ، تفسیر سورۂ اخلاص، لقاءاللہ، مقام قرآن، اور بعض دیگر کتب آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں۔ الحمدللہ اب تفسیر سورۂ یاسین بھی آپ کے ہاتھ میں ہے۔

سورہ یاسین قرآن مجید کی انتہائی عظیم الشان اور عالی مقام سورہ ہے جسے احادیث میں قلب قرآن کہا گیا ہے اور اس کے پڑھنے، سمجھنے اور اپنی زندگی میں اس کی ہدایات پر عمل کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ عام طور پر قرآن مجید پڑھتے وقت یا تو ترجمہ وتفسیر پیش نظر نہیں ہوتی۔ اگر ہو بھی تو اس طرح نہیں ہوتی جس طرح خود قرآن حکیم میں تاکید کی گئی ہے۔

عام طور پر قرآن مجید پڑھتے وقت قاری کی ذہنی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ماضی کی کسی قوم کا کوئی عبرتناک واقعہ پڑھتے ہوئے یا آخرت میں کسی کی کامیابی و جنت یا ناکامی وجہنم کا ذکر پڑھتے وقت لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کسی گزری ہوئی قوم کے واقعات یا مستقبل کے حالات بیان کیئے جارہے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں اس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے کہ یہ سب ہماراذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ انبیاء کی آیت نمبر 10 میں فرمایا ہے:

لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلا تَعْقِلُوْنَ

''یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل کی ہے جس میں تمہاراذکر ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس آیت کی روشنی میں قرآن مجید کی ہر آیت ،ماضی کی اقوام کے تمام واقعات اور آخرت کے تمام احوال درحقیقت ہمارا اپنا ذکر ہیں اور انہیں پڑھتے ہوئے ہمیں اپنے اندر یہ احساس پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ یہ ہماری بات ہورہی ہے۔

اگر تفسیر سورۂ یاسین کا مطالعہ اس انداز سے کیا جائے کہ اس میں مذکور ہر کردار اور ہر ہدایت کی روشنی میں اپنے کردار کا جائزہ لیا جائے ،اپنا محاسبہ کیا جائے اور پھر اس کی ہدایت کو سمجھ کر اپنی زندگی میں اس پر کاربند رہا جائے تو انشاءاللہ ہماری دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت بھی آباد ہو جائے گی۔

قارئین محترم کے لیئے ایک تجویز کے طور پر عرض ہے کہ اس کتاب کو صرف مطالعہ کے لیئے نہیں بلکہ اپنے ایمانی کردار کی تعمیر کے نقطہ نظر سے پڑھیں۔اس کے ہر پیراگراف کو پڑھنے کے بعد چند لمحوں کے لیئے رک کر جائزہ لیں کہ اس میں میرے لیئے کیا رہنمائی ہے اور میں اس رہنمائی کے ساتھ کس قدر ہم آہنگ یا نا ہم آہنگ ہوں۔

والسلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

الفقیر الی رحمت رب العالمین

نیاز ہمدانی۔لاہور

21مارچ2014

E.mail: syedniazm@yahoo.com

URL: www.drhamadani.com

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰس (1) وَالۡقُرۡآنِ الۡحَكِيۡمِ (2) اِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ (3) عَلٰى صِرَاطٍ
مُّسۡتَقِيۡمٍ (4) تَنۡزِيۡلَ الۡعَزِيۡزِ الرَّحِيۡمِ (5) لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ
اٰبَآؤُهُمۡ فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ (6) لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ عَلٰۤى اَكۡثَرِهِمۡ فَهُمۡ لَا
يُؤۡمِنُوۡنَ (7) اِنَّا جَعَلۡنَا فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ اَغۡلٰلًا فَهِىَ اِلَى الۡاَذۡقَانِ فَهُمۡ
مُّقۡمَحُوۡنَ (8) وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ سَدًّا وَّمِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا
فَاَغۡشَيۡنٰهُمۡ فَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ (9) وَسَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ
لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ (10) اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكۡرَ وَخَشِىَ
الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَيۡبِ فَبَشِّرۡهُ بِمَغۡفِرَةٍ وَّاَجۡرٍ كَرِيۡمٍ (11) اِنَّا نَحۡنُ نُحۡىِ
الۡمَوۡتٰى وَنَكۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَاٰثَارَهُمۡ وَكُلَّ شَىۡءٍ اَحۡصَيۡنٰهُ
فِىۡۤ اِمَامٍ مُّبِيۡنٍ (12) وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا اَصۡحٰبَ الۡقَرۡيَةِ، اِذۡ
جَآءَهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ (13) اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ اثۡنَيۡنِ، فَكَذَّبُوۡهُمَا فَعَزَّزۡنَا
بِثَالِثٍ فَقَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ (14) قَالُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا
وَمَاۤ اَنۡزَلَ الرَّحۡمٰنُ مِنۡ شَىۡءٍ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَكۡذِبُوۡنَ (15) قَالُوۡا رَبُّنَا
يَعۡلَمُ اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ مُرۡسَلُوۡنَ (16) وَمَا عَلَيۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ (17)
قَالُوۡۤا اِنَّا تَطَيَّرۡنَا بِكُمۡ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهُوۡا لَنَرۡجُمَنَّكُمۡ وَلَيَمَسَّنَّكُمۡ مِّنَّا
عَذَابٌ اَلِيۡمٌ (18) قَالُوۡا طٰٓئِرُكُمۡ مَّعَكُمۡ اَئِنۡ ذُكِّرۡتُمۡ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مُسْرِفُوْنَ (19) وَجَاءَ مِنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَسْعٰى قَالَ يَا
قَوْمِ اتَّبِعُوْا الْمُرْسَلِيْنَ (20) اِتَّبِعُوْا مَنْ لَا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَ هُمْ
مُهْتَدُوْنَ (21) وَمَا لِيَ لا اَعْبُدُ الَّذِىْ فَطَرَنِىْ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (22)
ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖ آلِهَةً اِنْ يُرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لا تُغْنِ عَنِّىْ
شَفَاعَتُهُمْ شَيْئاً وَلا يُنْقِذُوْنِ (23) اِنِّىْ اِذاً لَفِىْ ضَلَالٍ مُبِيْنٍ (24)
اِنِّىْ آمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ (25) قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَالَيْتَ
قَوْمِىْ يَعْلَمُوْنَ (26) بِمَا غَفَرَ لِىْ رَبِّىْ وَ جَعَلَنِىْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ (27)
وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ وَ مَا كُنَّا
مُنْزِلِيْنَ (28) اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خَامِدُوْنَ (29)
يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ (30) اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ
اِلَيْهِمْ لا يَرْجِعُوْنَ (31) وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (32)
وَآيَةٌ لَهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنَاهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ
يَاْكُلُوْنَ (33) وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنَّاتٍ مِنْ نَخِيْلٍ وَاَعْنَابٍ وَ فَجَّرْنَا
فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ (34) لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ اَفَلا
يَشْكُرُوْنَ (35) سُبْحَانَ الَّذِىْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ
الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لا يَعْلَمُوْنَ (36) وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ
نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُظْلِمُوْنَ (37) وَالشَّمْسُ تَجْرِىْ
لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا، ذَالِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (38) وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ
مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (39) لا الشَّمْسُ يَنْبَغِىْ لَهَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ
يَسْبَحُوْنَ (40) وَآيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِيْ الْفُلْكِ
الْمَشْحُوْنِ (41) وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ (42) وَاِنْ نَشَاءُ
نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ (43) اِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَا
عاً اِلٰى حِيْنٍ (44) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا
خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (45) وَمَا تَاْتِيْهِمْ آيَةٌ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ
اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ (46) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ
اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَاءُ اللّٰهُ
اَطْعَمَهٗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ (47) وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا
الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (48) مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً
تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ (49) فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَلَا اِلٰى
اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ (50) وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى
رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ (51) قَالُوْا يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا، هٰذَا مَا
وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (52) اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً
وَاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (53) فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ
شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (54) اِنَّ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ
فِيْ شُغُلٍ فَاكِهُوْنَ (55) هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلَالٍ عَلٰى
الْاَرَائِكِ مُتَّكِئُوْنَ (56) لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدَّعُوْنَ (57)
سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (58) وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (59)
اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِيْ آدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهٗ لَكُمْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عَدُ وٌّ مُبِيۡنٌ (60) وَ اَن اعۡبُدُ وۡنِیۡ هٰذَ ا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ (61) وَلَقَدۡ
اَضَلَّ مِنۡكُمۡ جِبلاًّ كَثِيۡراً ا فَلَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡقِلُوۡنَ (62) هٰذِهٖ جَهَنَّمُ
الَّتِیۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُ وۡنَ (63) اِصۡلَوۡهَا الۡيَوۡمَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ
(64) اَلۡيَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰى اَفۡوَاهِهِمۡ وَ تُكَلِّمُنَا اَيۡدِ يۡهِمۡ وَ تَشۡهَدُ
اَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ (65) وَلَوۡ نَشَآءُ لَطَمَسۡنَا عَلٰى
اَعۡيُنِهِمۡ فَاسۡتَبَقُوۡا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبۡصِرُوۡنَ (66) وَلَوۡ نَشَآءُ
لَمَسَخۡنَاهُمۡ عَلٰى مَكَانَتِهِمۡ فَمَا اسۡتَطَاعُوۡا مُضِيًّا وَلَا
يَرۡجِعُوۡنَ (67) وَمَنۡ نُّعَمِّرۡهُ نُنَكِّسۡهُ فِیۡ الۡخَلۡقِ اَفَلَا يَعۡقِلُوۡنَ (68)
وَمَا عَلَّمۡنَاهُ الشِّعۡرَ وَمَا يَنۡبَغِیۡ لَهٗ اِنۡ هُوَا اِلَّا ذِكۡرٌ وَ قُرۡآنٌ مُبِيۡنٌ (69)
لِّيُنۡذِ رَ مَنۡ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ الۡقَوۡلُ عَلَى الۡكَافِرِيۡنَ (70) اَوَلَمۡ يَرَوۡ ا
اَ نَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِمَّا عَمِلَتۡ اَيۡدِ يۡنَا اَنعَاماً فَهُمۡ لَهَا مَالِكُوۡنَ (71) وَ
ذَلَّلۡنَاهَا لَهُمۡ فَمِنۡهَا رَكُوۡبُهُمۡ وَ مِنۡهَا يَاۡ كُلُوۡ نَ (72) وَ لَهُمۡ فِيۡهَا
مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ اَفَلَا يَشۡكُرُوۡنَ (73) وَا تَّخَذُ وۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ
آلِهَةً لَعَلَّهُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ (74) لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ نَصۡرَ هُم وَهُمۡ لَهُمۡ جُنۡدٌ
مُحۡضَرُوۡنَ (75) فَلَا يَحۡزُنۡكَ قَوۡلُهُمۡ، اِنَّا نَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَ مَا
يُعۡلِنُوۡنَ (76) اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ اَ نَّا خَلَقۡنَاهُ مِنۡ نُطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ
خَصِيۡمٌ مُبِيۡنٌ (77) وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَ نَسِیَ خَلۡقَهٗ، قَالَ مَنۡ يُحۡيِ
الۡعِظَامَ وَهِیَ رَمِيۡمٌ (78) قُلۡ يُحۡيِيۡهَا الَّذِ یۡ اَنۡشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَ هُوَ
بِكُلِّ خَلۡقٍ عَلِيۡم (79) اَ لَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمۡ مِنَ الشَّجَرِ الۡاَ خۡضَرِ
نَارًا فَاِذَا اَ نۡتُمۡ مِنۡهُ تُوۡقِدُ وۡنَ (80) اَ وَلَيۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَ الارُضَ بِقَادِرٍ عَلـىٰ اَنُ يَخُلُقَ مِثُلَهُمُ، بَلىٰ، وَهُوَ الُخَلاَّ قُ
الُعَلِيُمُ(81) اِنَّمَا اَمُرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيُئًااَنُ يَقُوُلَ لَهٗ كُنُ فَيَكُوُنُ (82)
فَسُبُحَانَ الَّذِىُ بِيَدِهٖ مَلَكُوُتُ كُلِّ شَىُءٍ وَ اِلَيُهِ تُرُجَعُوُنَ(83)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سورہ یاسین مکی ہے اوراس کی 83 آیات ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاسین ☆ قرآنِ حکیم کی قسم ☆ یقیناً آپ رسولوں میں سے ہیں ☆ صراطِ مستقیم پر ☆ (یہ قرآن) عزیز ورحیم (اللہ) کا نازل کیا ہوا ہے ☆ تا کہ آپ ان لوگوں کو خبردار کریں جن کے باپ دادا کو خبردار نہیں کیا گیا لٰہذا وہ غافل ہیں ☆ ان میں سے اکثریت کے بارے میں اللہ کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے، پس وہ ایمان نہیں لائیں گے ☆ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جو ان کی ٹھوڑیوں تک آئے ہوئے ہیں اوران کے سراوپر کو اٹھے ہوئے ہیں ☆ اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار بنادی ہے اوران کے پیچھے بھی دیوار بنادی ہے اور ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے پس وہ نہیں دیکھ سکتے ☆ اوران کے لیئے یکساں ہے کہ آپ انہیں خبردار کریں یا نہ کریں، یہ ایمان نہیں لائیں گے ☆ آپ تو صرف اسی شخص کو خبردار سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمٰن سے غائبانہ ڈرے، پس اسے مغفرت اور اجرِ کریم کی بشارت دے دیجئے ☆ بے شک ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور جو اعمال انہوں نے آگے بھیجے ہیں، انہیں اوران کے آثار کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لکھتے جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کا امامِ مبین میں احاطہ کر رکھا ہے☆ اور اِن کے لیئے بستی والوں کا قصہ بطور مثال بیان کیجئے ، جب اُن کے پاس رسول آئے ☆ جب ہم نے اُن کی طرف دو رسول بھیجے اور انہوں نے اُن کو جھٹلا دیا تو ہم نے تیسرے (رسول) کے ذریعے اُن کو مدد پہنچائی ، انہوں نے کہا ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں ☆ انہوں نے جواب دیا تم تو ہم جیسے بشر ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی ، تم تو بس جھوٹ بولتے ہو☆ انہوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں ☆ اور ہماری اس کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم (اللہ کا پیغام) کھول کر تم تک پہنچا دیں ☆ انہوں نے کہا: ''تمہاری وجہ سے ہم پر نحوست آ گئی ہے اور اگر تم باز نہ آئے تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں دردناک سزا ملے گی'' ☆ انہوں نے کہا تمہاری نحوست تو تمہارے اپنے ساتھ ہے۔ کیا اگر تمہیں نصیحت کی جائے تو (تم نصیحت کو قبول کرنے کی بجائے اسے جھٹلاتے ہو)؟ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) تم مسرِف (یعنی حد سے گزر جانے والی) قوم ہو☆ اور شہر کے پرلے سرے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو☆ ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتے اور وہ خود ہدایت پر ہیں☆ میں اس (رب) کی عبادت کیوں نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم اسی کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرف لوٹائے جاؤ گے ☆ کیا میں اس کے سوا کوئی اور معبود بنا لوں کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی شفاعت میرے کسی کام نہ آئے گی اور نہ ہی وہ مجھے بچا سکیں گے ☆ اس صورت میں میں کھلی ہوئی گمراہی میں ہوں گا ☆ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں پس تم میری بات سنو! ☆ اسے کہا گیا جنت میں داخل ہو جاؤ، اس نے کہا کاش میری قوم جان لیتی ☆ کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے معززین میں قرار دیا ☆ اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی فوج نازل نہیں کی اور نہ ہی ہم نازل کرنے والے تھے ☆ بس وہ تو ایک چیخ تھی اور وہ یکا یک ٹھنڈے ہو گئے ☆ افسوس ان بندوں پر! ان کے پاس جو بھی رسول آیا انہوں نے اس کا مذاق اڑایا ☆ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم کتنی نسلوں کو ہلاک کر چکے ہیں اور وہ ان کی طرف پلٹ کر آنے والے نہیں ہیں ☆ اور وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے ☆ اور ان کے لیئے (ہماری ربوبیت کی) ایک نشانی مردہ زمین ہے جسے ہم نے زندہ کیا اور اس میں سے غلہ اگایا، اسی میں سے یہ کھاتے ہیں ☆ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات اگائے اور ان میں چشمے نکالے ☆ تا کہ وہ اس کے پھل اور اپنے ہاتھوں کے عمل کا نتیجہ کھائیں، تو کیا یہ شکر نہیں کرتے ☆ پاک ہے وہ ذات جس نے سب جوڑے پیدا کیئے: ان چیزوں میں سے جو زمین میں سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اگتی ہیں اور خود ان میں سے اور ان چیزوں میں سے جنہیں یہ نہیں جانتے ☆ اور ان کے لیئے (ہماری ربوبیت کی) ایک نشانی رات بھی ہے جس میں سے ہم دن کو نکال لیتے ہیں تو وہ یکا یک تاریکی میں ڈوب جاتے ہیں ☆ اور سورج اپنی مقررہ جگہ کی طرف چلتا جارہا ہے یہ عزیز و علیم (اللہ) کی تقدیر ہے ☆ اور ہم نے چاند کی منازل مقرر کردی ہیں یہاں تک کہ وہ پلٹ کر کھجور کی خشک ٹہنی کی مانند ہوگیا ☆ نہ سورج کی مجال ہے کہ وہ چاند تک جا پہنچے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب فلک میں تیر رہے ہیں ☆ اور ان کے لیئے ایک (ہماری ربوبیت کی ایک) اور نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی ذریت کو (یعنی جب یہ کشتی نوح میں سوار اپنے آباء واجداد کی صلب میں ذریت کی حالت میں تھے) بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا ☆ اور ہم نے ان کے لیئے اس جیسی کشتیاں بنائیں جن پر وہ سواری کرتے ہیں ☆ اور اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کردیں اور پھر کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ ہو اور نہ ہی انہیں نجات دی جاسکے گی ☆ مگر یہ کہ ہماری طرف سے رحمت ہو اور ہم کچھ مدت تک انہیں متاعِ زندگی سے بہرہ مند کردیں ☆ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ تمہارے آگے اور تمہارے پیچھے ہے اس سے ڈرو، شاید تم پر رحم کیا جائے ☆ ان کے پاس ان کے رب کی آیات میں سے جو آیت بھی آتی ہے یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں ☆ اور جب ان سے کہا جاتا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ جو رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اس میں سے انفاق (یعنی زکات اور صدقات ادا) کرو تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ ان لوگوں سے جو ایمان لائے، یہ کہتے ہیں: ''کیا ہم ان لوگوں کو کھانا کھلائیں جنہیں اللہ چاہتا تو خود ہی کھلا دیتا، تم تو بس کھلی ہوئی گمراہی میں ہو'' ☆ اور یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ (قیامت اور عذاب کا) یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ ☆ یہ تو صرف اس ایک چیخ کے منتظر ہیں جو انہیں پکڑ لے گی جبکہ وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے ☆ پھر نہ تو وہ کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے خاندان کی طرف لوٹ سکیں گے ☆ اور صور میں پھونکا جائے گا تو وہ یکا یک اپنی قبروں سے نکل کر تیزی سے اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے ☆ وہ کہیں گے ہائے ہماری شامت! کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے اٹھا دیا؟ (ان سے کہا جائے گا کہ) یہ وہ وعدہ ہے جو رحمٰن نے کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا ☆ بس وہ ایک چیخ ہی ہوگی پھر وہ یکا یک ہمارے پاس حاضر کیئے جائیں گے ☆ پس آج کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا اور جو کچھ تم کرتے رہے وہی تمہیں جزا دی جائے گی ☆ اہل جنت آج کے دن شادمانی میں ہوں گے ☆ وہ اور ان کے ساتھی سائے میں تخت پر تکیہ لگائے ہوں گے ☆ اس میں ان کے لیئے پھل ہوں گے اور جو کچھ بھی وہ مانگیں گے وہ ان کے لیئے موجود ہوگا ☆ ''تم پر سلامتی ہے''، یہ ربِّ رحیم کا قول ہوگا ☆ اور اے مجرمو! آج کے دن تم الگ ہو جاؤ ☆

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اے بنی آدم کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا کہ تم شیطان کی عبادت نہیں کرو گے، یقیناً وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے ☆ اور یہ کہ تم میری عبادت کرو یہی صراطِ مستقیم ہے ☆ اور اس نے تم میں سے بہت سوں کو گمراہ کر دیا تھا، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے تھے ☆ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ☆ اب اپنے کفر کے نتیجہ میں اس میں داخل ہو جاؤ ☆ آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں ان چیزوں کی گواہی دیں گے جو وہ کماتے رہے ☆ اور اگر ہم چاہیں تو انہیں اندھا کر دیں، پھر یہ راستہ طے کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگیں گے، مگر کہاں سے دیکھیں گے ☆ اور اگر ہم چاہیں تو انہیں ان کی جگہ پر ہی مسخ کر دیں پھر نہ وہ آگے بڑھ سکیں گے اور نہ واپس آسکیں گے ☆ جسے ہم طویل عمر دیتے ہیں اسے خلقت میں الٹا دیتے ہیں۔ کیا یہ عقل سے کام نہیں لیتے ☆ اور ہم نے اس (رسول) کو شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی شعر ان کے شایانِ شان ہے، یہ تو ذکر اور قرآنِ مبین ہے ☆ تاکہ اس شخص کو ڈرائے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت تمام ہو جائے ☆ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ جو کچھ ہم نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا اس میں سے ہم نے ان کے لیئے چوپائے بنائے جن کے یہ مالک ہیں ☆ اور ہم نے انہیں ان کے لیئے مسخر کر دیا، یہ ان پر سواری بھی کرتے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہیں ☆ اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان کے لیئے ان میں اور بھی فائدے اور مشروب ہیں، تو کیا یہ شکر نہیں کرتے ☆ اور انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنا لیئے کہ شاید ان کی مدد کی جا سکے ☆ وہ تو ان کی مدد نہیں کر سکتے مگر یہ خود ان کے لیئے فوج کی طرح حاضر ہیں ☆ پس آپ ان کی باتوں سے غمگین نہ ہوں، جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، سب ہمیں معلوم ہے ☆ کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ یکا یک کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہو گیا ☆ اور اس نے ہمارے لیئے مثال پیش کی اور اپنی خلقت کو بھول گیا اور کہا کہ ان ہڈیوں کو جو بوسیدہ ہو چکی ہیں کون زندہ کرے گا ☆ کہہ دیجیئے انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں پیدا کیا اور وہ ہر قسم کی خلقت کا خوب علم رکھتا ہے ☆ وہی ہے جس نے سبز درخت میں سے تمہارے لیئے آگ بنائی، جس میں سے تم آگ جلاتے ہو ☆ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے (اور آسمان و زمین) پیدا کر دے ☆ کیوں نہیں! جب کہ وہ خلاق اور علیم ہے ☆ اس کی تو شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے ☆ پس پاک ہے وہ ذات کہ ہر چیز کا ملکوت (حقیقی مالکیت اور حاکمیت) اسی کے ہاتھ میں ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ☆

☆☆☆

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سورہ یٰسٓ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف :

اس سورۂ مبارکہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دین اسلام کے تین بنیادی عقائد توحید، نبوت اور آخرت کومختلف دلائل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔اس کا آغاز اس بات سے ہورہا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور حکمت سے لبریز قرآن ہی آپ کی رسالت کی سب سے بڑی اور ناقابل تردید دلیل ہے۔

نیز اس سورۂ مبارکہ میں اس حقیقت کو دوٹوک الفاظ میں واضح کیا گیا ہے کہ انسان بہر حال بندگی کے لیئے پیدا ہوا ہے،خواہ وہ اللہ کی بندگی کرے یا شیطان کی ۔اگر وہ اپنے ارادہ و اختیار سے اللہ تعالیٰ کی بندگی کی روش اختیار کرے گا تو ابدی سعادت سے ہمکنار ہوگا اور اگر شیطان کی بندگی کرے گا تو ہمیشہ کی بدبختی اوراخروی عذاب اس کا مقدر قرار پائیں گے۔

خلاصہ مطالب:

اس سورۂ مبارکہ میں مندرجہ ذیل نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے:

1۔ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ حکمت و دانائی سے سرشار کتاب ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اس کتاب کو لے کر آئے ہیں اللہ کے رسول ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

2۔نزولِ قرآن اور بعثت رسول کا مقصد گمراہوں اور غافلوں کو ہدایت دینا ہے۔

3۔ہدایت کی مخالفت کرنے والوں کا مخالفانہ رویہ ان کے گلے کا طوق اور آگے پیچھے کی دیوار بن جاتا ہے اور وہ ہدایت پانے کی توفیق سے محروم ہوجاتے ہیں۔

4۔ہدایت صرف ان کو نصیب ہوتی ہے جو رحمٰن سے غائبانہ ڈرتے ہیں اور ان کے لیئے مغفرت اور اجر کریم کی بشارت ہے۔

5۔حق اور ہدایت کی مخالفت کرنے والوں کی عبرت کے لیئے اصحاب قریہ کی عبرتناک مثال۔

6۔اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی نشانیاں: مردہ زمین کو زندہ کرنا، شب وروز کا سلسلہ، سورج، چاند، کشتی نوح۔

7۔اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ موڑنے کی مذمت اور اس کا برا انجام۔

8۔منکرین قیامت کی رد اور قیامت کے دلائل۔

9۔مومن اور کافر کا انجام۔

10۔اللہ تعالیٰ کی شانِ کن فیکون۔

11۔ہر شیئے پر حقیقی حکومت اللہ کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ:

اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے ان اسمائے حسنیٰ کا ذکر آیا ہے:

اللہ۔رب۔رحمٰن۔رحیم۔عزیز۔علیم۔قادر۔خلاق۔

سورہ یاسین کی عظمت و فضیلت:

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلاَمُ قَالَ: اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ قَلْباً وَاِنَّ قَلْبَ الْقُرْآنِ یٰسٓ، مَنْ قَرَاَھَا قَبْلَ اَنْ یَنَامَ اَوْ فِیْ نَھَارِہٖ قَبْلَ اَنْ یُمْسِیَ کَانَ فِیْ نَھَارِہٖ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مِنَ الْمَحْفُوْظِيْنَ وَ الْمَرْزُوْقِيْنَ حَتّٰی يُمْسِيَ وَ مَنْ قَرَاَ هَا فِيْ لَيْلَةٍ قَبْلَ اَنْ يَنَامَ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ اَلْفَ مَلَكٍ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيْمٍ وَ مِنْ كُلِّ آفِةٍ، وَاِنْ مَاتَ فِيْ يَوْمِهٖ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَ حَضَرَ غُسْلَهٗ ثَلاثُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ لَهٗ وَ يُشَيِّعُوْنَهٗ اِلٰی قَبْرِهٖ بِالْاِسْتِغْفَارِ لَهٗ،فَاِذَا دَخَلَ فِيْ لَحَدِهٖ كَانُوْا فِيْ جَوْفِ قَبْرِهٖ يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ وَ ثَوَابُ عِبَادَتِهِمْ لَهٗ وَ فُسِحَ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ مَدَّ بَصَرِهٖ وَ اُوْءُ مِنَ مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ وَ لَمْ يَزَلْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ نُوْرٌ سَاطِعٌ اِلٰی اَعْنَانِ السَّمَآءِ اِلٰی اَنْ يُخْرِجَهُ اللّٰهُ مِنْ قَبْرِهٖ. فَاِذَا اَخْرَجَهٗ لَمْ يَزَلْ مَلائِكَةُ اللّٰهِ مَعَهٗ يُشَيِّعُوْنَهٗ وَ يُحَدِّثُوْنَهٗ وَ يَضْحَكُوْنَ فِيْ وَجْهِهٖ وَ يُبَشِّرُوْنَهٗ بِكُلِّ خَيْرٍ حَتّٰی يَجُوْزُوْا بِهِ الصِّرَاطَ وَ الْمِيْزَانَ وَ يُوْقِفُوْهُ مِنَ اللّٰهِ مَوْقِفاً لَّا يَكُوْنُ عِنْدَ الْخَلْقِ اَقْرَبَ مِنْهُ اِلَّا مَلائِكَةُ اللّٰهِ الْمُقَرَّبُوْنَ وَ اَنْبِيَاءُ هُ الْمُرْسَلُوْنَ وَ هُوَمَعَ النَّبِيِّيْنَ وَاقِفٌ بَيْنَ يَدِ يِ اللّٰهِ، لا يَحْزَنُ مَعَ مَنْ يَحْزَنُ وَلا يَهُمُّ مَعَ مَنْ يَهُمُّ وَلا يَجْزَ عُ مَعَ مَنْ يَجْزَ عُ .ثُمَّ يَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی : اِشْفَعْ عَبْدِیْ اُشَفِّعُكَ فِيْ جَمِيْعِ مَا تَشْفَعُ وَ سَلْنِيْ عَبْدِیْ اَعْطِكَ جَمِيْعَ مَا تَسْئَلُ. فَيَسْئَلُ فَيُعْطٰی وَ يَشْفَعُ فَيُشَفَّعُ وَلا يُحَاسَبُ فِيْمَنْ يُحَاسَبُ وَلا يُوْقَفُ مَعَ مَنْ يُوْقَفُ وَلا يَذِلُّ مَعَ مَنْ يَذِلُّ وَلا يُنْكَبُ بِخَطِيْئَةٍ وَلا بِشَيْءٍ مِنْ سُوْٓءِ عَمَلِهٖ وَ يُعْطٰی كِتَاباً مَنْشُوْراً حَتّٰی يَهْبِطَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ النَّاسُ بِاَجْمَعِهِمْ : سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاكَانَ لِهٰذَ الْعَبْدِ مِنْ خَطِيْئَةٍ وَّاحِدَ ةٍ وَ يَكُوْنُ مِنْ رُفَقَاءِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آ لِهٖ وَ سَلَّمَ.

ترجمہ:

ابوبصیر سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورۂ یاسین ہے۔ جو کوئی رات کو سونے سے پہلے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یا دن کے وقت رات ہونے سے پہلے اس کی تلاوت کرے گا وہ محفوظ رہنے والوں اور رزق پانے والوں میں سے ہوگا۔اور جو کوئی رات کو سونے سے پہلے اس کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر ایک ہزار فرشتے مقرر فرما دے گا جو ہر شیطان رجیم اور ہر آفت سے اس کی حفاظت کریں گے۔اگر اس دن اس کی موت آجائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا اور تیس ہزار فرشتے مقرر فرمائے گا جو اس کے غسل کے موقع پر حاضر ہوں گے، وہ اس کے لیئے استغفار کریں گے اور اس کی قبر تک اس کے جنازے کے ساتھ رہیں گے۔جب وہ اپنی لحد میں داخل ہوگا تو وہ بھی قبر کے اندر اس کے ساتھ ہوں گے اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہیں گے اور ان کی عبادت کا ثواب اسے ملے گا، اس کی قبر حد نظر تک وسیع کر دی جائے گی اور وہ فشار قبر سے امان میں رہے گا۔اس کی قبر سے مسلسل ایک نور بلند ہوتا رہے گا جو آسمان کی وسعتوں تک پھیلا ہوا ہوگا ، یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ اسے اس کی قبر سے باہر نکالے گا۔پھر جب اللہ اسے قبر سے نکالے گا تو وہ فرشتے اس کے ساتھ رہیں گے، اس سے باتیں کریں گے اور ہنسیں گے اور ہنسائیں گے، اسے ہر خیر و بھلائی کی بشارت دیں گے یہاں تک کہ اسے صراط اور میزان کی منازل عبور کرا دیں گے اور اسے اللہ کی بارگاہ میں ایسے مقام پر لے جا کر کھڑا کر دیں گے کہ اس سے زیادہ کوئی اللہ کے قریب نہ ہوگا سوائے مقرب فرشتوں ، انبیاء اور رسولوں کے۔وہ انبیاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہوگا۔غمزدہ اور پریشان حال لوگوں کے ساتھ غمزدہ اور پریشان نہیں ہوگا۔پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اسے کہے گا: اے میرے بندے شفاعت کر، تو جس کے حق میں شفاعت کرے گا میں تیری شفاعت قبول کروں گا۔اے میرے بندے مجھ سے مانگ، تو جو بھی مانگے گا میں تجھے عطا کروں گا۔پھر وہ مانگے گا اور اسے دیا جائے گا ، وہ شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔جس طرح دوسروں کا حساب لیا جائے گا اس کا حساب نہیں لیا جائے گا، جس طرح دوسروں کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

روکا جائے گا اسے نہیں روکا جائے گا، جس طرح دوسرے ذلیل ہوں گے وہ ذلیل نہیں ہوگا، وہ اپنی خطاؤں اور برے اعمال کے برے انجام میں گرفتار نہیں ہوگا، اس کا اعمالنامہ اس کے سامنے کھول دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اللہ کے حضور سے نیچے اتر آئے گا۔ اس وقت سب لوگ کہیں گے: اس بندے پر تو ایک بھی گناہ نہیں ہے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفقاء میں سے ہوگا۔ (ثواب الاعمال:254)

لیکن یہ بات یاد رہے کہ اس سورہ کی تلاوت کی یہ فضیلت اور یہ عظیم اجر وثواب سوچے سمجھے بغیر صرف عربی پڑھنے کا نہیں ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اَلا لا خَیۡرَ فِیۡ قَرَاءَ ةٍ لَیۡسَ فِیۡهَا تَدَ بُّرٌ

ترجمہ: اس قراءت میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں جس میں تدبر نہ ہو۔ (اصول کافی 36:1)

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سورۂ یاسین کی تلاوت کے جس عظیم اجر وثواب کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ غور وفکر وتدبر کے بغیر تلاوت سے ہرگز حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

عَلِّمُوۡااَوۡلادَکُمۡ یٰسٓ فَاِنَّهَا رَیۡحَانَةُ الۡقُرۡآنِ

ترجمہ: اپنی اولاد کو سورۂ یاسین کی تعلیم دو اس لیئے کہ یہ قرآن کا پھول ہے۔

(بحارالانوار-291:89)

عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ یاسین کے بارے میں فرمایا:

لَوَدِدۡتُ اَ نَّهَا فِیۡ قَلۡبِ کُلِّ اِنۡسَانٍ مِنۡ اُمَّتِیۡ

ترجمہ: میری شدید خواہش ہے کہ یہ میری امت کے ہر فرد کے دل میں ہو۔ (ایضاً)

یہ ہے حضور کے قلب مقدس کی خواہش کہ قرآن کا قلب ہر مسلمان کے قلب میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہو۔لیکن یاد رہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے،سوچے سمجھے بغیر صرف عربی پڑھ لینے سے قرآن کی برکات حاصل نہیں ہوتی ہیں۔اسی طرح صرف عربی آیات یاد کر لینا حضور کی خواہش نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اگر کسی کو سورۂ یاسین کی عربی عبارت،اس کا ترجمہ اور اس کے مطالب کی تفسیر، تینوں معلوم ہوں تو اس جیسی تو کوئی بات نہیں۔لیکن اگر کوئی شخص عربی عبارت کا حافظ نہ ہو لیکن سورہ یاسین کا ترجمہ اور اس کے مطالب کی تفسیر جانتا ہو اور اپنی زندگی میں اس کی ہدایات کے مطابق عمل کرتا ہو تو اس سے بھی حضور کے قلب مقدس کی مقدس خواہش پوری ہوجاتی ہے۔

سورۂ یاسین کے قلب قرآن ہونے کے لحاظ سے ایک لطیف نکتہ قابل ذکر ہے کہ انسان کا دل اس کے جسم میں 74.5 فیصد اونچائی پر واقع ہے اور سورۂ یاسین بھی قرآن مجید میں 74.5 فیصد پر واقع ہے۔ (اسلامی نظام صحت :ڈاکٹر جمیل مہروی)

یہ سورہ مکی ہے اور کا اسلوب اور مندرجات اس کے مکی ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

یٰسٓ(1)

یہ حروف حروفِ مقطعات کہلاتے ہیں۔مقطع کے معنی ہیں قطع کیئے ہوئے۔انہیں حروف مقطعات اس لیئے کہا جاتا ہے کہ ان کو ملا کر نہیں پڑھا جاتا بلکہ الگ الگ ہی پڑھا جاتا ہے۔ان حروف کے بارے میں مفسرین نے مختلف نظریات بیان کیئے ہیں جن میں سے زیادہ تر قیاس آرائی کے زمرے میں آتے ہیں۔لیکن اس سلسلے میں اگر کوئی بامعنی بات ہے تو وہ جو حضرت علی علیہ السلام نے فرمائی ہے:

اِنَّ لِكُلِّ كِتَابٍ صَفْوَةً وَ صَفْوَةُ الْقُرْآنِ حُرُوْفُ التَّهَجِّىْ

ترجمہ: ہر کتاب کا ایک نچوڑ ہوتا ہے اور قرآن کا نچوڑ حروف تہجی ہیں۔ (بحارالانوار 11:88)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یٰسٓ کے بارے میں ایک اضافی پہلو یہ بھی ہے کہ یہ حروف مقطعات ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی بھی ہے۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ایک روایت میں ہے ا:

اَمَّا یٰسٓ فَاِسْمٌ مِنْ اَسْمَاءِ النَّبِیِّ وَمَعْنَاهُ یَا اَیُّهَاالسَّامِعُ لِلْوَحْیِ

ترجمہ: یٰسٓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء میں سے ایک ہے اور اس کے معنی ہیں **یا ایھاالسامع للوحی** یعنی اے وحی کے سننے والے۔ (معانی الاخبار:22)

☆ ☆ ☆

وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ(2) **اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ** (3)

ترجمہ : قرآن حکیم کی قسم، یقیناً آپ رسولوں میں سے ہیں

تفسیر:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن کی صفت حکیم کا ذکر کر کے اس کی قسم کھا کر فرما رہا ہے کہ آپ میرے بھیجے ہوئے رسولوں میں سے ہیں ۔ یہاں یہ سوال بجا طور پر رونما ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو ثابت کرنے کے لیئے قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لیئے کہ قسم وہ کھاتا ہے جس کے پاس دلیل اور ثبوت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت ، دونوں لامحدود ہیں۔ وہ ہر قسم کی دلیل سے اپنے رسول کی رسالت کو ثابت کرسکتا ہے۔ پھر قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے؟

دوسری بات یہ کہ قسم اس چیز کی کھائی جاتی ہے جس کی حیثیت مسلم ہو۔ جو مشرکین رسول اللہ کو اللہ کا رسول نہیں مان رہے تھے اور قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے تھے ان سے یہ کہنا کہ قرآن حکیم کی قسم محمد میرے رسول ہیں، بظاہر بہت عجیب سی بات لگتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ،اور قرآن حکیم میں دیگر مقامات پر جو بھی قسمیں کھائی ہیں، وہ ہماری قسموں کی طرح نہیں ہیں جو دلیل اور ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے کھائی جاتی ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ خود دلیل کی قسم کھا رہا ہوتا ہے۔ یہاں قرآن حکیم کی قسم کھا کر یہ کہنا کہ آپ اللہ کے رسولوں میں سے ہیں، درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی سب سے بڑی دلیل یعنی خود قرآن کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ علامہ اقبال شاعر تھے۔تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کلیات اقبال اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ وہ شاعر تھے۔اس بات کو اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ کلیات اقبال کی قسم علامہ اقبال شاعر تھے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ علامہ اقبال کا کلام علامہ اقبال کے شاعر ہونے کی دلیل ہے۔

بالکل اسی طرح اگر کوئی کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے کا کیا ثبوت ہے تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ علم وحکمت سے بھرا ہوا قرآن ہی آپ کی رسالت کی دلیل ہے۔اسی کو اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم کی قسم آپ اللہ کے رسول ہیں۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی کسی چیز کی قسم کھائی ہے درحقیقت ایک بہت بڑی دلیل پیش کی ہے مگر انداز قسم والا اختیار کیا ہے۔ یہاں بھی یہی اسلوب اختیار کر کے کہا جارہا ہے کہ حکمت و دانائی سے بھرا ہوا قرآن ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ اسے لانے والا اللہ کا رسول ہے۔ اس کی مزید وضاحت آگے بیان ہوگی۔

حکمت کے معنی:

حکیم حکمت سے مشتق ہے۔حکمت اور حکومت کا مادہ (Root)ایک ہے۔علامہ راغب اصفہانی نے اپنی معروف کتاب المفردات میں اس کے معانی تفصیل سے بیان کیئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں۔اس تفصیل کا خلاصہ یہ ہے:

''حکم کے بنیادی معنی ہیں کسی کو اس کے فائدے یا اس کی اصلاح کی خاطر کسی چیز سے روکنا۔ جانور کو لگام دینے کو بھی کہا جاتا ہے کہ میں نے اس پر حکم لگا دیا۔حکمت کا لفظ جب انسان کے لیئے استعمال ہو تو اس سے موجودات کی معرفت اور نیک کاموں کی پہچان مراد ہوتی ہے''۔

حکماء نے کہا ہے کہ حکمت کے معنی ہیں اشیاء اور معاملات کی حقیقت کا علم:

اَلْحِکْمَةُ هِیَ الْعِلْمُ بِحَقَائِقِ الاَشْیَاءِ کَمَا هِیَ بِقَدَرِ الطَّاقَةِ وَالْعَمَلُ عَلیٰ وِفْقِهٖ

''حکمت اشیاء کے حقائق کا علم اور اس علم کے مطابق عمل کرنے کا نام ہے بقدر طاقت''

(شرح اصول کافی از ملاصدرا، 518:1)

بنابریں حکیم اس کو کہا جاتا ہے جس میں حکمت اور دانائی پائی جاتی ہو، جو حقیقت کا علم رکھتا ہو۔

ہمارے معاشرے میں طبیب کو بھی حکیم کہتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ماہر طبیب انسانی جسم کی حقیقت کا علم رکھتا ہے، جسم کے مختلف اندرونی اور بیرونی اعضاء کی ساخت (اناٹومی) اور ان کی کارکردگی (فزیالوجی) کا علم رکھتا ہے۔وہ اس بات کا بھی علم رکھتا ہے کہ انسان بیمار کیوں ہوتا ہے اور اس کی بیماری کا علاج کیسے کیا جا سکتا ہے۔چونکہ وہ انسانی جسم، اس کی ساخت، عمل، بیماری اور علاج کی حقیقت کا علم رکھتا ہے لہٰذا اسے حکیم کہا جاتا ہے۔

راغب اصفہانی کی تشریح کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان کے لیئے لازم ہے کہ راہ راست پر رہنے اور اپنی اصلاح کے لیئے برائی سے باز رہے۔برائی سے باز رہنے کے دو ذرائع ہیں :ایک حکومت اور دوسرا حکمت۔حکومت بیرونی وسیلہ اور ذریعہ ہے جو قانون کے ذریعے سے اور اپنی طاقت کے ذریعے سے لوگوں کو برے اور خلاف اخلاق وخلاف قانون افعال سے روک کر انہیں راہ راست پر رکھتی ہے جبکہ حکمت (حقیقت کا علم اور خیر وشر کی پہچان) اندر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے انسان کو برائی کے راستے پر چلنے سے باز رکھتی ہے۔

حکمت کی فضیلت:

اچھی اور بامقصد زندگی گزارنے کے لیئے حکمت، یعنی حقیقت کا علم، حاصل کرنا انسان کی بنیادی ترین ضرورت ہے اور یہ دنیا و آخرت کی خیر و سعادت کی کنجی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يُوءْ تِيُ الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَآءُ وَ مَنْ يُوءْ تَ الْحِكْمِةَ فَقَدْ اُوُتِيَ خَيْراً كَثِيْراً

ترجمہ: وہ (اللہ) جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جسے حکمت عطا کردی گئی اسے خیر کثیر عطا کردی گئی۔ (بقرہ:269)

انسان اگر حقیقت سے آگاہ نہ ہو تو حقیقت کے مطابق زندگی بسر نہیں کر سکے گا اور جو زندگی حقیقت کے مطابق نہ ہو وہ جاہلانہ اور گمراہی کی زندگی ہوتی ہے جس کا انجام کبھی فلاح اور کامیابی کی صورت میں ظاہر نہیں ہوسکتا۔ بالفاظ دیگر اس بات کو اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ انسان کے سامنے دو راستے ہیں: حکمت کا راستہ اور جہالت کا راستہ۔ حکمت کا راستہ نیکی کا راستہ اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا راستہ ہے جو انسان کو ابدی سعادت سے ہمکنار کرتا ہے۔ اس کے برعکس جہالت کا راستہ بدی کا راستہ اور شیطان کی بندگی کا راستہ ہے جو انسان کو ہلاکت کے جہنم میں جھونک دیتا ہے۔

انسانی زندگی کے لیئے حکمت کتنی ضروری ہے اس کا اندازہ کرنے کے لیئے حکمت کے بارے میں امیر المومنین علیہ السلام کے چند ارشادات یہاں نقل کیئے جاتے ہیں تاکہ حکمت کی تصویر واضح ہو کر سامنے آجائے۔ امیر المومنین علیہ السلام کے یہ ارشادات غرر الحکم سے لیئے گئے ہیں اور ہر فرمان کے سامنے فرمان کا نمبر درج کردیا گیا ہے۔

ثَمَرَةُ الْحِكْمَةِ التَّنَزُّهُ عَنِ الدُّنْيَا وَالْوَلَهُ بِجَنَّةِ الْمَاْوَىٰ (623)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: دنیا سے اجتناب اور جنت کا اشتیاق حکمت کا ثمر ہے۔

كُلَّمَا قَوِيَتِ الْحِكْمَةُ ضَعُفَتِ الشَّهْوَةُ (634)

ترجمہ: حکمت جس قدر قوی ہوتی جائے گی نفسانی خواہشات کمزور ہوتی جائیں گی۔

اَوَّلُ الْحِكْمَةِ تَرْكُ اللَّذَّاتِ وَ آخِرُهَا مَقْتُ الْفَانِيَاتِ (618)

ترجمہ: حکمت کی ابتدا لذتوں کو ترک کرنا اور اس کی انتہا فانی چیزوں سے نفرت کرنا ہے۔

اِغْلِبِ الشَّهْوَةَ تَكْمُلُ لَكَ الْحِكْمَةُ (6944)

ترجمہ: نفسانی خواہشات پر غلبہ پالو، تمہاری حکمت مکمل ہو جائے گی۔

لا تَجْتَمِعُ الشَّهْوَةُ وَالْحِكْمَةُ (844)

ترجمہ: حکمت اور نفسانی خواہشات ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتی ہیں۔

اَلْحِكْمَةُ لا تَحُلُّ قَلْبَ الْمُنَافِقِ اِلَّا وَهِيَ عَلٰى الْاِرْتِحَالِ (639)

ترجمہ: حکمت منافق کے دل میں نہیں ٹھہرتی، وہاں سے جا کر ہی رہتی ہے۔

اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ كُلِّ مُؤْمِنٍ فَخُذُوْهَا وَلَوْ مِنْ اَفْوَاهِ الْمُنَافِقِيْنَ (613)

ترجمہ: حکمت مومن کی گمشدہ دولت ہے، پس اسے لے لو خواہ منافق کے منہ سے ہو۔

حکمت نظری اور حکمت عملی:

انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں: ایک نظریاتی پہلو اور دوسرا عملی پہلو۔ نظریاتی پہلو سے متعلق حقائق کے علم کو حکمت نظری اور عملی پہلو سے متعلق حقائق کے علم کو حکمت عملی کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں حکمت کے ان دونوں پہلوؤں کو بہت خوبصورتی کے ساتھ جمع کیا گیا۔ حکمت نظری اور حکمت عملی کا کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے جس پر قرآن میں روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔ اسی لیئے اس آیت میں اسے قرآن حکیم کہا گیا جبکہ دیگر مقامات پر اسے کتاب حکیم بھی کہا گیا:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الر . تِلْکَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيْمِ (یونس:1)

ترجمہ: ا۔ل۔ر۔ یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔

تِلْکَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيْمِ (لقمان:2)

ترجمہ: یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔

قرآن کو حکیم کہہ کر منکرین اور اہل ایمان دونوں کو ایک پیغام دیا گیا ہے۔ منکرین کے لیئے پیغام یہ ہے کہ یہ حکیمانہ کتاب خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ اس لیئے کہ ایسی حکیمانہ کتاب بنالینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ کتاب اور اس میں موجود علم وحکمت کے خزانے خود اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ حکیم اور علیم اللہ کی طرف سے نازل کی گئی کتاب ہے:

وَاِنَّکَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ (نمل:6)

ترجمہ: (اے رسول) آپ یہ قرآن حکیم اور علیم (اللہ)

کی طرف سے دریافت کررہے ہیں۔

اہل ایمان کے لیئے اس کا پیغام یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں حکیمانہ رہنمائی حاصل کرنے کے لیئے قرآن کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہ حکمت کا ایسا سرچشمہ ہے جس کے بغیر سیرابی ممکن نہیں ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

لَيْسَ لِاَحَدٍ بَعْدَالْقُرْآنِ مِنْ فَاقَةٍ وَلا لِاَحَدٍ قَبْلَ الْقُرْآنِ غِنَىً

ترجمہ: :قرآن سے وابستہ ہوجانے کے بعد کسی پر (علم وحکمت وہدایت کے لحاظ سے) کوئی فاقہ نہیں اور قرآن سے وابستہ ہونے سے پہلے کوئی بے نیازی نہیں۔ (غررالحکم:1989)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ممکن ہے کوئی یہ کہہ دے کہ چونکہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے اس لیئے ہم اپنے ایمان کی وجہ سے اس طرح قرآن کی ثنا خوانی کرنے پر مجبور ہیں۔اس بات کے جواب میں ہم کہیں گے کہ بلاشبہ انسان اپنے ایمان کی بنیاد پر ان چیزوں کے تقدس کا قائل ہوتا ہے جن پر وہ ایمان رکھتا ہے اور ان کی تعریف بھی کرتا ہے۔اگر مسلمانوں میں قرآن مجید کے بارے میں یہ خوش اعتقادی پائی جاتی ہے تو اس میں مسلمانوں کے ایمان اور عقیدے کا بھی دخل ہے۔لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ پر حقیقت ہے کہ قرآن کے بارے میں ہم نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف خوش اعتقادی کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے۔

جہاں تک حکمت کا تعلق ہے تو اس کا تعلق ایمان اور عقیدے سے زیادہ دلیل اور برہان سے ہوتا ہے۔حکمت ہمیشہ ٹھوس، نا قابل تردید اور قطعی دلائل پر مبنی ہوتی ہے۔قرآن نے واضح ترین الفاظ میں اپنے منکرین کو پیغام دیا ہے کہ اگر تم قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں سمجھتے تو اپنے اس نظریئے اور عقیدے کی تائید میں ٹھوس، قطعی اور نا قابل تردید دلائل پیش کرو۔اس لیئے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی بات حقیقت ہو اور اسے دلیل اور برہان سے ثابت نہ کیا جا سکے۔اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ کوئی بات غلط ہو اور اس کے غلط ہونے کو دلیل اور برہان سے ثابت نہ کیا جا سکے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہمیشہ منکرین کو هَاتُوا بُرُهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو تو اپنی برھان لے کر آؤ:سورۂ نمل :64) کا چیلنج دیا ہے۔

قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے والا اور اس میں غور و تدبر کرنے والا ہر شخص اس حقیقت کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ کتاب علم وحکمت کا ایک بحر بے کراں ہے۔ایک ایسا شخص جس نے کبھی تعلیم حاصل کرنے کے لیئے کوئی درسگاہ نہ دیکھی ہو، جو کبھی شعر وادب کی محفلوں میں نہ بیٹھا ہو، کسی فلسفی، حکیم، مفکر کی محفل میں نہ گیا ہو، اور اسی حالت میں اس نے اپنی زندگی کے چالیس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

برس گزار دیئے ہوں اس کے لیئے ممکن ہی نہیں ہے کہ چالیس سال کی عمر میں علم وحکمت کا ایسا شاہکار انسانی دنیا کے سامنے پیش کرے جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا عاجز اور ناتواں ہو جائے۔ ایسا شخص اگر کوئی ایسی کتاب پیش کرتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے تو اس کے اس دعوے کی تصدیق کے لیئے اسے کسی بیرونی دلیل کی ضرورت ہے نہیں ہے۔ یہاں قرآن کو قرآن حکیم کہہ کر اس کی قسم کھانے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ یہ قرآن جو حکمت و دانائی سے بھرا ہوا ہے خود اس بات کی دلیل ہے کہ اس قرآن کا نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور جو اس قرآن کو لے کر آیا ہے وہ اللہ کا رسول ہے۔ اس لیئے کہ اگر اس کتاب کا لانے والا اللہ کا رسول نہ ہو اور یہ دعویٰ کر رہا ہو کہ وہ اللہ کا رسول ہے تو ایسا شخص یقیناً جھوٹا اور خائن ہوگا۔ صرف جھوٹا اور خائن ہی نہیں ہوگا بلکہ انتہائی درجے کا جھوٹا اور خائن ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھ رہا ہے۔ ایک انتہائی درجے کے جھوٹے اور خائن شخص کے لیئے ممکن ہی نہیں ہے کہ انسانیت کو علم وحکمت کا ایسا لامحدود اور لازوال خزانہ دے سکے۔ بنابریں علم وحکمت و ہدایت سے لبریز یہ کتاب خود اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا لانے والا اللہ کا رسول ہے اور اللہ کی طرف سے صراط مستقیم پر ہے اور صراط مستقیم کی طرف دعوت دینے والا ہے۔

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (4)

ترجمہ: صراطِ مستقیم پر۔

تفسیر:

اس آیت کو دو پہلوؤں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ ایک یہ کہ یہ آیت **لمن المرسلین** کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایک اور خبر دے رہی ہے۔ اس طرح اس کے معنی یہ ہوں گے کہ حکمت سے لبریز قرآن کی قسم آپ رسولوں میں سے ہیں، آپ صراط مستقیم پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں۔دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ حکمت سے لبریز قرآن کی قسم آپ رسولوں میں سے ہیں جو صراط مستقیم پر ہیں۔دونوں معنی درست اور قابل قبول ہیں۔

(صراط مستقیم کی مزید تشریح آیت 60 میں آئے گی)

تَنۡزِیۡلَ الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ (5)

ترجمہ: یہ (قرآن) عزیز و رحیم (اللہ) کا نازل کیا ہوا ہے

تفسیر:

عزیز و رحیم:

عزیز اور رحیم اللہ تعالیٰ کے دو اسمائے حسنیٰ ہیں۔عزیز عزت سے مشتق ہے۔عزت اور عزیز کے الفاظ اگرچہ اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں لیکن ان کے معنی وہ نہیں جو عربی میں ہیں۔ عربی میں عزت غلبہ کو کہتے ہیں اور عزیز اسے کہتے ہیں جو غالب ہو۔فارسی میں اسے زبردست کہا جاتا ہے۔لفظی معنی کے لحاظ سے زبردست اس کو کہتے ہیں جس کا ہاتھ اوپر ہو۔اس کے برعکس کمزور، مغلوب اور محکوم کو زیردست کہتے ہیں۔زبر کو بھی زبر اسی لیئے کہتے ہیں کہ وہ حرف کے اوپر ہوتی ہے جبکہ زیر کو زیر اس لیئے کہا جاتا ہے کہ وہ حرف کے نیچے ہوتی ہے۔جب ایک پہلوان دوسرے کو پچھاڑ دے تو اس موقع پر بھی کہتے ہیں کہ اس نے مقابل کو زیر کر دیا۔جب عزیز کا لفظ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیئے استعمال ہو تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا غالب اور زبردست ہے جو سب پر غالب ہے، ایسا غالب جس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، جسے کوئی شکست نہیں دے سکتا۔

اس دنیا میں غالب اور زبردست افراد عام طور پر بے رحم ہوتے ہیں۔کسی کے ہاتھ میں ذرا سی بھی طاقت آجائے تو وہ کمزور پر ظلم و ستم کے بہانے تلاش کرنے لگتا ہے۔اپنے کسی مخالف کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

معاف کرنے کا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔لیکن اللہ تعالیٰ ایسا عزیز ہے جو رحیم بھی ہے۔عزیز ہونے کی حیثیت سے وہ اپنے دشمنوں، باغیوں اور نافرمانی کرنے والوں کو پلک جھپکنے میں ہلاک کرسکتا ہے لیکن چونکہ وہ رحیم بھی ہے لہٰذا وہ انہیں ہلاک کرنے کی بجائے ان کے ساتھ رحمت سے پیش آتا ہے، ان کی ہدایت کا اہتمام کرتا ہے اور انہیں اپنی اصلاح کے مواقع عطا فرماتا ہے۔اسی لیئے اس نے ان کی ہدایت اور اصلاح کے لیئے رسول بھیجے اور کتابیں نازل کیں۔قرآن مجید اس کی آخری کتاب اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے آخری رسول ہیں۔

یہاں چند نکات قابل توجہ ہیں:

قرآن عزیز ھے :

☆ چونکہ قرآن حکیم عزیز اور رحیم اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے لہٰذا یہ خود بھی عزیز ہے۔

اِنَّہٗ لَکِتَابٌ عَزِیُزٌ لَّایَاتِیُہِ الُبَاطِلُ مَنُ بَیُنَ یَدَیُہِ وَلَامِنُ خَلُفِہٖ تنزیل من حکیم حمید

ترجمہ: یہ ایک غالب اور زبردست کتاب ہے، باطل اس میں
دراندازی نہیں کرسکتا، نہ آگے سے نہ پیچھے سے، یہ حکمت والے
اور قابل تعریف (اللہ) کی نازل کی ہوئی ہے۔ (فصلت:41-42)

قرآن کریم کو عزیز یعنی غالب اور زبردست کتاب قرار دینے کا مطلب اس بات کو واضح کرنا ہے کہ یہ ناقابل شکست کتاب ہے۔اس کے دشمن بظاہر کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں اس کتاب کو شکست نہیں دے سکتے، نہ صرف یہ کہ اس کو شکست نہیں دے سکتے بلکہ ان کی اپنی قسمت میں شکست اور ذلت کے سوا کچھ نہیں ہے، قرآن اپنے تمام دشمنوں پر غالب آنے کے لیئے نازل ہوا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

☆ قرآن کے عزیز ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ اس میں تحریف ممکن نہیں ہے۔ کوئی اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرسکتا۔ باطل طاقتیں اس میں کسی قسم کی دراندازی نہیں کرسکتی ہیں۔ اس لیئے کہ اگر اس میں تحریف ہو جائے تو اس کے معنی لامحالہ یہی ہوں گے کہ اس کے مخالف اور اس کے دشمن اس میں دراندازی کرنے میں کامیاب ہوگئے اور اس پر غالب آ گئے۔ چونکہ قرآن اور قرآن کا نازل کرنے والا عزیز ہیں، غالب ہیں، زبردست ہیں لہٰذا کوئی قرآن پر غالب نہیں آ سکتا، نہ ہی قرآن میں تحریف کرسکتا ہے۔

قرآن کا عزیز ہونا جہاں دشمنان قرآن کی شکست، ناکامی اور ذلت کا اعلان ہے وہاں قرآن پر ایمان رکھنے والوں اور اس کی پیروی کرنے والوں کی فتح و کامیابی اور عزت و سربلندی کی خوشخبری بھی ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ عزیز اور غالب اللہ کی نازل کردہ عزیز اور غالب کتاب کی پیروی کرنے والے بھی غالب اور عزیز ہی ہوں گے:

وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (منافقون:8)

ترجمه: اور عزت تو ہے ہی اللہ کے لیئے اور اس کے رسول کے لیئے اور مومنین کے لیئے۔

اگر مسلمان دنیا میں ایک عزت کا مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان کے لیئے ضروری ہے کہ خدائے عزیز کی نازل کردہ کتابِ عزیز کے ساتھ پختہ فکری و عملی تعلق قائم کریں۔

قرآن رحمت ھے:

☆ چونکہ قرآن مجید کا نازل کرنے والا رحیم ہے لہٰذا قرآن خود بھی رحمت ہے:

وَهُدًى وَ رَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (یونس:57)

ترجمہ: یہ قرآن مومنین کے لیئے ہدایت اور رحمت ہے۔

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَ رَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (اسراء:82)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنین کے لیئے شفااور رحمت ہے۔

☆ ان دوا سمائے الٰہی (عزیز اور رحیم) کی جلوہ گری رسالت کی پوری تاریخ میں بہت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ سورۂ شعراء میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم، حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم السلام میں سے ہر ایک کی دعوت، ان کی قوم کی ضد اور سرکشی کو بیان کرنے کے بعد ان رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی نجات اور ان کی سرکش قوم کی ہلاکت کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے ہر نبی کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے: وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَالْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ

اور بے شک تیرا رب عزیز اور رحیم ہے

اس کا مقصد اس بات پر تاکید کرنا ہے کہ جو لوگ اللہ کے پیغامِ رحمت سے منہ موڑ کر اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس کی رحمت سے محروم ہو کر، مغلوب اور شکست خوردہ ہو کر رہتے ہیں اور جو اس کے پیغام رحمت کو قبول کر لیتے ہیں وہ اس کی رحمت سے بہرہ مند ہونے کے ساتھ ساتھ غالب اور فتح مند بھی ہوتے ہیں۔

پھر سورہ کے آخری حصے میں آیت 217 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے حکم دیا جا رہا ہے:

وَ تَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ

ترجمہ: اور تم عزیز و رحیم پر توکل کرو

یقیناً جو لوگ عزیز اور رحیم اللہ پر توکل کرتے ہیں وہ زندگی کے ہر میدان میں اللہ کی مدد سے غالب رہتے ہیں اور اللہ کی رحمت کا سایہ ان کے سر پر رہتا ہے۔

☆☆☆

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نزول قرآن اور بعثت رسول کا مقصد :

یہ قرآن جو حکیم ہے، اورعزیز ورحیم اللہ کی طرف سے نازل ہونے کے ناتے خود بھی عزیز ورحمت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسے نازل کرنے کا مقصد یہ تھا:

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَاأُنْذِ رَ آبَائُهُمْ فَهُمْ غَافِلُوْنَ (6)

ترجمہ : تا کہ آپ ان لوگوں کو خبر دار کریں جن کے باپ دادا کو خبر دار نہیں کیا گیا لہٰذا وہ غافل ہیں۔

تفسیر:

اس آیت میں اس قرآن حکیم کے نازل کرنے کا مقصد بیان کیا جار ہا ہے۔ وہ مقصد یہ ہے کہ آپ اس کے ذریعے اپنی قوم کو شرک اور کفر کے تباہ کن انجام سے خبر دار کریں۔ انذار کا ترجمہ عام طور پر ڈرانا کیا جاتا ہے جو کسی حد تک درست ہے مگر اس کے زیادہ صحیح معنی وہ ہیں جس کے لیئے انگریزی میں وارننگ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ یعنی کسی خطرے سے خبر دار کرنا۔

گمراہی کے اعتبار سے کسی قوم کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں:

1۔ نہ اس قوم کو خبر دار کیا گیا ہو نہ اس کے آباء واجداد کو۔

2۔ قوم کو بھی خبر دار کیا گیا ہو اور اس کے آباء واجداد کو بھی خبر دار کیا گیا ہو۔

3۔ آباء واجداد کو خبر دار کیا گیا ہو لیکن خود قوم کو خبر دار نہ کیا گیا۔

4۔ آباء واجداد کو خبر دار نہ کیا گیا ہو لیکن قوم کو خبر دار کیا گیا ہو۔

ان چار صورتوں میں سے پہلی صورت، گمراہی کی سب سے زیادہ گہری اور خطرناک صورت ہے۔ عرب مشرکین اسی زمرے میں آتے تھے، نہ ان کو خبر دار کیا گیا تھا نہ ان کے آباو اجداد کو۔ قرآن انہیں اس گمراہی سے نکالنے آیا تھا۔ اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ قرآنِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حکیم جوسب سے زیادہ اور گہری گمراہی میں مبتلا قوم کی ہدایت کے لیئے بھیجا گیا باقی تین قسم کی گمراہی میں مبتلا افراداوراقوام کوزیادہ آسانی سے ہدایت دے سکتا ہے۔

یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ یہاں آباءواجداد سے مرادنزدیک کے آباءواجداد ہیں۔دور کے آباءواجداد میں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام،حضرت صالح علیہ السلام اورحضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔

اس کے علاوہ اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی بھی نبی یا رسول نہیں آیا۔اس لحاظ سے قوم سے مرادنزول قرآن کے وقت کی تمام اقوام اوران کے آباء واجداد سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کے آباءواجدادمراد ہوں گے۔

انذار:

مفردات راغب اصفہانی کے مطابق اِنْـــــذَ ار ایسی خبرکو کہتے ہیں جس میں ڈرائے جانے کا پہلو پایا جاتا ہو۔اِنْذَ ار کرنے والے کونـذیـر اور مُـنْذِ ر کہا جاتا ہے۔ چونکہ تمام انبیاء لوگوں کواللہ تعالیٰ کی بندگی سے انحراف اوراس کی نافرمانی کے انجام سے ڈراتے تھے لہٰذاانبیاءکو نذیر اور مُنْذِ ر کہا گیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوحکم دیا گیا کہ اپنی قوم کو بتائیں کہ:

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُبِیْنٌ " میں تو صرف کھلم کھلا نذیر ہوں"(شعراء:115)

بعض لوگوں کی طرف سے یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ قرآن اپنے نہ ماننے والوں کو جہنم کی سخت سزا کا خوف دلا کر انہیں ایمان لانے کو کہتا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔حقیقی ماننا تو وہ ہوتا ہے جو ہر قسم کے خوف کے بغیر ہو۔

اس اعتراض کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ یہ اعتراض یا تو انتہائی سادہ لوحانہ طرز فکر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا نتیجہ ہے یا پھر محض گمراہ کرنے کی ایک کوشش۔ انذار انسانی معاشرے کی ایک اہم بنیادی ضرورت ہے۔ دنیا کی ہر قوم اور ہر معاشرے میں انذار کا بہت مؤثر نظام پایا جاتا ہے۔ سڑکوں پر مختلف قسم کے ٹریفک نشانات اس کی ایک مثال ہیں۔ کسی نشان میں یہ بتایا جاتا ہے کہ آگے خطرناک موڑ ہیں، کسی میں یہ بتایا جاتا ہے کہ پہاڑ کے اوپر سے پتھر گرنے کا خطرہ ہے، کسی میں یہ بتایا جاتا ہے کہ بارش کے موسم میں پھسلنے کا خطرہ ہے۔ پٹرول اور قدرتی گیس کے ٹینکرز پر لکھا ہوتا ہے: خبردار! آگ لگنے کا خطرہ ہے۔ سگریٹ کے پیکٹ پر لکھا ہوتا ہے: خبردار! سگریٹ نوشی سے کینسر ہوسکتا ہے۔ ایئرپورٹس پر اعلان ہورہا ہوتا ہے کہ منشیات کی سمگلنگ کے جرم میں سزائے موت ہوسکتی ہے۔ کیا ان سب اعلانات کو اس لیئے ختم کردینا چاہیے کہ ڈرانا اچھی بات نہیں ہے؟ اگر ان سب کو ختم کردیا جائے تو اس کے نتیجہ میں رونما ہونے والے حوادث کا اندازہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

اب اگر قرآن میں یہ بتایا جارہا ہو کہ حق کا راستہ چھوڑنے کے نتیجہ میں تمہاری اگلی زندگی جہنم ہوگی تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔ اعتراض کی بات تو یہ ہے کہ لوگ جہنم کے راستے پر چل رہے ہوں اور انہیں جہنم سے بچنے کے لیئے خبردار نہ کیا جائے۔

لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ عَلٰٓی اَکۡثَرِهِمۡ فَهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ (7)

ترجمہ: ان میں سے اکثریت کے بارے میں اللہ کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے، پس وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

تفسیر:

یہاں القول سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ شیطان اور اس کے پیروکار جہنم میں جائیں گے۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت سنا دیا تھا جب ابلیس نے آدم اور نسل آدم کو گمراہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنے لے لیئے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا:

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ

ترجمہ: (اللہ نے) کہا یہ حق ہے اور میں حق کہتا ہوں کہ میں تم سے اور ان سب سے جو تمہاری پیروی کریں گے جہنم کو بھر دوں گا۔ (ص:84-85)

مطلب یہ ہے کہ ان منکرین قرآن خاص طور پر مشرکین مکہ کی اکثریت شیطان کے بندے اور پیروکار ہیں اور اس کی عبادت پر اس قدر پختہ اور راسخ ہو چکے ہیں کہ حق کی طرف واپس نہیں آئیں گے لہٰذا اللہ کا یہ فیصلہ ان کے بارے میں جاری اور نافذ ہو چکا ہے کہ ان کا انجام جہنم کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِيْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلَالاً فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُوْنَ (8)

ترجمہ: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جو ان کی ٹھوڑیوں تک آئے ہوئے ہیں اور ان کے سر اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں۔

تفسیر:

اس آیت میں لفظ اغلال استعمال ہوا ہے جو غُل کی جمع ہے۔ غل اس طوق کو کہا جاتا ہے جو مجرموں کو سخت سزا دینے کے لیئے ان کے گلے میں ڈال دیا جاتا تھا۔ یہ لکڑی یا دھات کا بنا ہوتا تھا جو ان کی ٹھوڑیوں تک آجاتا تھا جس کی وجہ سے ان کا منہ اوپر کو اٹھ جاتا تھا۔ منہ اوپر کو اٹھ جانے کی وجہ سے وہ اپنے سامنے کا راستہ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ نہ کسی ٹھوکر سے بچ سکتے تھے نہ کسی گڑھے سے۔

نیز اس آیت میں لفظ مُقْمَحُوْنَ استعمال ہوا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے منہ اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں۔ بعض اوقات اونٹ سرکش اور ضدی ہو کر پانی پینے سے انکار کر دیتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مالک اسے پانی پلانے کے لیئے اس کا سر نیچے کو جھکا کر اسے پانی پلانے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ مزاحمت کرتا ہے اور اپنا سر اور منہ اوپر کو اٹھائے رکھتا ہے۔ عربی میں ایسے موقع پر کہتے ہیں قَمَحَ الْبَعِیْرُ یعنی اونٹ نے ضد اور سرکشی کی وجہ سے پانی پینے سے انکار کر دیا اور منہ اوپر کو اٹھا لیا۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا جا رہا ہے کہ ان مشرکین مکہ کی حالت بھی اس اونٹ جیسی ہی ہے کہ اللہ کا رسول انہیں ہدایت کے صاف اور پاکیزہ پانی کے قرآنی سرچشمے سے سیراب کرنے کا خواہشمند ہے مگر یہ ضدی سرکش اس پانی کو پینے سے انکار کر کے اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ اغلال کا لفظ ان کی مجرمانہ ذہنیت اور مقمحون کا لفظ ان کی حیوانی سرکشی کی نشاندہی کرتا ہے۔ بظاہر یہ انسان نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں سرکش ضدی اونٹ ہیں۔

وَ جَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِ یْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنَا هُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (9)

ترجمہ: اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار بنا دی ہے اور ان کے پیچھے بھی دیوار بنا دی ہے اور ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے پس وہ نہیں دیکھ سکتے۔

تفسیر:

آگے اور پیچھے سے ہر طرف مراد ہے۔ چونکہ انہوں نے اپنے ارادے اور اختیار سے شیطان کی اطاعت و بندگی کا راستہ چنا اور اللہ کی دعوت کو رد کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا اپنا کفر چاروں طرف دیوار کی صورت ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس بات کو سورۂ بقرہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْئَتُهٗ

فَاُوْلٰٓئِکَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ

ترجمہ: ہاں جو کوئی بدی کرے اور اس کی بدی اس کا احاطہ کر لے تو ایسے لوگ جہنمی ہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جہاں وہ طویل عرصے تک رہیں گے۔ (بقرہ:81)

چونکہ یہ اللہ کا قانون ہے کہ جو کوئی برائی کرے گا اور برائی پر قائم رہے گا تو اس کی برائی اس کا احاطہ کر کے اسے پوری طرح گھیر لے گی، لہٰذا اللہ نے اسے اپنی طرف نسبت دی کہ ہم نے ان کے آگے پیچھے دیوار بنادی ہے اور انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔ ایسے لوگوں کا انجام یہی ہوتا ہے کہ انہیں خبردار کیا جائے یا نہ کیا جائے، ان کی حالت پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور وہ ایمان نہیں لاتے۔ ایمان وہی لاتے ہیں جن میں ایمان کو قبول کرنے کی صلاحیت باقی ہو۔ جن کا ذکر اگلی آیت میں ہو رہا ہے۔

وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَ اَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لا يُؤْمِنُوْنَ (10)

ترجمہ: اور ان کے لیئے یکساں ہے کہ آپ انہیں خبردار کریں یا نہ کریں، یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

تفسیر:

کفر اور ایمان دونوں کے مختلف درجات ہوتے ہیں۔ ادنیٰ درجات سے لے کر اعلیٰ درجات تک بہت سے درجات ہوتے ہیں۔ انسان ایمان کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں شیطان اپنی شیطنت کا سارا زور صرف کر کے بھی اسے ایمان کے راستے سے نہیں ہٹا سکتا۔ اس کا اعتراف خود شیطان نے کیا ہے:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ .(ص:82-83)

ترجمہ:اس نے کہا تیری عزت کی قسم میں ان سب کو بہکاؤں گا، سوائے تیرے ان بندوں کے جو اپنے آپ کو خالص تیرا بندہ بنا چکے ہوں۔

اس کے برعکس بعض لوگ کفر میں ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ اللہ کا رسول اپنی ساری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

توانائیاں اور کوششیں بھی صرف کر دے تو ان کے کفر میں کسی قسم کی کمی یا تزلزل پیدا نہیں ہوتا اور وہ اپنے کفر اور گمراہی کو ترک نہیں کرتے۔ اس آیت میں کفار کی اسی قسم کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس سے عام کفار مراد نہیں ہیں کیونکہ بہت سے کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کر کے مسلمان ہوتے رہے ہیں۔ یہاں وہ کفار مراد ہیں جو حق کو پہچان لینے کے باوجود دیدہ و دانستہ کفر پر ڈٹے رہے اور مرتے دم تک ایمان نہیں لائے یا پھر فتح مکہ کے موقع پر منافقانہ طور پر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور ان کا کفر ان کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا رہا۔ اس آیت میں ایک بات قابل غور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ ان کے لیئے یکساں ہے کہ آپ انہیں خبردار کریں یا نہ کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں خبردار کرنا چھوڑ دیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے آپ پر لازم تھا کہ آپ ان کو خبردار کرنے کا رسالتی فریضہ ادا کرتے رہیں تا کہ ان کے خلاف حجت تمام ہوتی رہے۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ وَ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ

فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ کَرِیْمٍ (11)

ترجمہ : آپ تو صرف اسی شخص کو خبردار کر سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمٰن سے غائبانہ ڈرے، پس اسے مغفرت اور اجرِ کریم کی بشارت دے دیجیئے۔

تفسیر:

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک وہ جن میں اچھی اور مفید بات کو سمجھنے اور قبول کرنے کی صلاحیت بھی موجود ہوتی ہے اور خواہش بھی۔ دوسرے وہ جو تکبر، تعصب اور خود پسندی کی وجہ سے اتنے اندھے ہو جاتے ہیں کہ اپنی نفسانی خواہشات کے سوا کسی بات پر کان دھرنے کے لیئے تیار نہیں ہوتے۔ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ سے مراد پہلی قسم کے لوگ ہیں۔ اللہ کے پیغام اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ کے رسولوں کی نصیحت سے ایسے ہی لوگوں کے دلوں میں ہدایت کی شمع روشن ہوتی ہے۔ان افراد کی جو خصوصیت یہاں بیان کی جارہی ہے وہ یہ کہ ''وہ غائبانہ رحمٰن سے ڈرتے ہیں'' ۔

ایمان بالغیب اہل ایمان کی سب سے پہلی صفت ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ صفت بیان کی ہے:

اَلَّذِ یْنَ یُوْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ''وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں''(بقرہ:2)

اللہ سے ڈرنا اللہ پر ایمان کا ایک اہم پہلو ہے۔رحمٰن سے ڈرنا رحمٰن پر ایمان اور اس کی معرفت کا نتیجہ ہوتا ہے۔رحمٰن سے غائبانہ ڈرنا رحمٰن پر ایمان بالغیب کا نتیجہ ہے جس کے کئی پہلو ہیں:

(1) رحمٰن کے بارے میں یہ ایمان رکھنا کہ وہ ہر لحاظ سے پردۂ غیب میں ہے اور کبھی نگاہوں اور حواس کی قید میں نہیں آ سکتا۔

لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَاللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ .

ترجمہ: نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتی ہیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کرتا ہے اور وہ لطیف اور خبیر ہے۔ (انعام:103)

(2) دنیا میں موت سے پہلے رحمٰن سے ڈرنا،اس لیئے کہ موت کے بعد تو سارے حجابات برطرف ہوجاتے ہیں اور اس لمحے ہر مجرم اپنے انجام کو دیکھ کر ڈرنے ہی لگتا ہے۔

(3) جب انسان تنہائی اور خلوت میں ہو تو اللہ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی نہ کرے۔

(4) رحمٰن کا خوف اس کے ظاہر سے ہی ظاہر نہ ہو بلکہ اس کے باطن اور اس کی روح کی گہرائی میں اتر گیا ہو۔

یہاں یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ یہاں خوف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن کا ذکر کیا گیا ہے۔اس سے اس بات کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے کہ وہ رحمٰن کی عظمت سے خائف ہونے کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ساتھ ساتھ اس کی رحمت کی امید بھی رکھتا ہے۔خوف اور امید مومن کی نمایاں ترین علامات میں سے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

لا یَکُوْنُ الْمُؤ مِنُ مُؤ مِناً حَتیّٰ یَکُوْنَ خَائِفاً رَاجِیاً وَلا یَکُوْنُ خَائِفاً رَاجِیاً حَتیّٰ یَکُوْنَ عَامِلاً لِمَا یَخَافُ وَ یَرْجُوْا

ترجمہ: مومن اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک خائف اور امیدوار نہ ہو، اور وہ اس وقت تک خائف اور امیدوار نہیں ہوسکتا جب تک ان چیزوں پر عمل نہ کرے جن سے خوف رکھتا ہے یا امید رکھتا ہے۔ (اصول کافی 71:2)

یہاں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جن کے اندر اچھی اور مفید باتوں یعنی نصیحت کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہو وہ ربِ رحمٰن کی رحمت سے امید بھی رکھتے ہیں اور اس کی سزا سے ڈرتے بھی ہیں اور ایسے ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا اثر ہوتا ہے اور ایسے ہی لوگ مغفرت اور عزت وتکریم والے اجروثواب سے نوازے جاتے ہیں۔

انسان ایمان اور عمل صالح کے جس بھی درجہ پر فائز ہوجائے انسان ہونے کے ناتے اور بشری کمزوریوں کی وجہ سے اس سے گناہ اور کوتاہی کا ارتکاب ہوہی جاتا ہے۔لیکن جو لوگ اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور اس کے بھیجے ہوئے ذکر اور نصیحت کی پیروی کو اپنی زندگی کا بنیادی اصول بنالیتے ہیں اور پھر غائبانہ اس سے ڈرتے بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے ان گناہوں کو معاف کرنے کی بشارت دے رہا ہے۔ان کے گناہوں کی معافی کی یقین دہانی کے ساتھ انہیں اس بات کی بھی بشارت دی جارہی ہے کہ انہیں ان کے نیک اعمال کا اجر کریم بھی عطا کیا جائے گا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اَجْرٍ کَرِیْمٍ:

کریم کرم سے مشتق ہے۔عربی زبان میں غیر معمولی عزت اور برتری کو کرم کہا جاتا ہے۔بنابرین کریم وہ ہوتا ہے جو غیر معمولی عزت اور برتری کا مالک ہو۔

(التحقیق فی کلمات القرآن الکریم)

سخاوتمند انسان کو بھی کریم کہا جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص میں یہ صفت پائی جاتی ہو معاشرہ اس کی بہت عزت کرتا ہے۔اس کے علاوہ ہر صنف میں سے عمدہ اور برتر چیز کو بھی کریم کہا جاتا ہے اس لیئے کہ اس کی عمدہ گی اور برتری کی وجہ سے اسے قدر اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔یہاں اجر کو اجر کریم کہنے کے کئی پہلو ہیں:

☆ ایک یہ کہ اجر بذات خود عظیم اور قابل عزت و احترام ہوگا۔حقیر،ناچیز یا معمولی اجر نہیں ہوگا۔

☆ دوسرا یہ کہ یہ اجر عزت اور احترام کے ساتھ دیا جائے گا۔

☆ تیسرا یہ کہ یہ اجر سخاوت اور فیاضی کے ساتھ دیا جائے گا کنجوسی اور بخل کے ساتھ نہیں۔

اس دنیا میں اکثر لوگ اپنے ملازموں،نوکروں اور مزدوروں کو ان کی اجرت فیاضی کے ساتھ نہیں بلکہ بخل اور کنجوسی کے ساتھ دیتے ہیں۔بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انہیں ان کا اجر عزت و احترام کے ساتھ نہیں بلکہ ذلیل کر کے دیا جاتا ہے۔انہیں اپنے حق،اپنی تنخواہ اور اجرت کے لیئے ہڑتالیں اور مظاہرے کرنے پڑتے ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ جس اجر کی بشارت دے رہا ہے اس میں فیاضی ہوگی،احترام ہوگا اور وہ اجر و ثواب خود بھی ان کے نیک اعمال کے برابر نہیں اور ان کے استحقاق کے لحاظ سے نہیں بلکہ ان کے نیک اعمال سے کہیں بڑا اور عظیم ہوگا۔

وَ سَوْفَ یُؤْتِ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْراً عَظِیْماً

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوراللہ مومنوں کو اجرعظیم عطا کرے گا   (نساء:146)

قرآن مجید کے مطابق کسی کی نیکی پر کم از کم دس گنا اجر دیا جائے گا:

مَنۡ جَاءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا

جو شخص نیکی لے کر آئے گا اسے اس کا دس گنا دیا جائے گا۔(انعام:160)

اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَ نَکۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَ آثَارَهُمۡ

وَ کُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنَاهُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ(12)

ترجمہ: بے شک ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور جو اعمال انہوں نے آگے بھیجے ہیں، انہیں اور ان کے آثار کو لکھتے جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کا امامِ مبین میں احاطہ کر رکھا ہے۔

تفسیر:

مَا قَدَّمُوۡا : جو کچھ انہوں نے آگے بھیجا ہے۔اس سے مراد وہ اعمال ہیں جو انسان زندگی میں انجام دیتا ہے جبکہ آثار سے مراد اعمال کے وہ آثار ہیں جو مرنے کے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔اگر کسی انسان نے اپنی زندگی میں کوئی تعلیمی ادارہ، ہسپتال، عبادت گاہ تعمیر کی ہو یا ان کی تعمیر میں حصہ لیا ہو، کوئی مفید کتاب لکھی ہو یا اس کی نشر واشاعت میں حصہ لیا ہو، یا کسی گمراہ انسان کو ہدایت کی راہ پر چلایا ہو یا کوئی اور ایسا عمل انجام دیا ہو جس کا نتیجہ اور اثر اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہے تو ان سب کاموں کو انجام دینا مَا قَدَّمُوۡا کے زمرے میں آئے گا لیکن جب لوگ وہاں تعلیم حاصل کریں گے، علاج معالجہ کی سہولتوں کو استعمال کر کے بیماری سے نجات پائیں گے یا اس عبادت گاہ میں عبادت کریں گے، کتاب کا مطالعہ کر کے فائدہ اٹھائیں گے، تو ان سب کا اجر و ثواب بھی اس کے نامہ اعمال میں درج ہوتا رہے گا۔اسی طرح اگر کوئی شخص کوئی ایسا برا عمل انجام دے جس کے برے اثرات اس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہیں تو یہ برے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اثرات بھی اس کے نامہ عمل میں ثبت ہوتے رہیں گے اور وہ ان کی بھی سزا پائے گا۔

اَیُّمَا عَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ سَنَّ سُنَّةَ هُدیً کَانَ لَه اَجْرٌمِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِذَالِکَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ وَ اَیُّمَا عَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ سَنَّ سُنَّةَ ضَلالٍ کَانَ لَه وِزْرٌمِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِذَالِکَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُنْقَصَ مِنْ اوْ زَارِهِمْ شَیْءٌ

ترجمہ: اللہ کے بندوں میں سے جو کوئی ہدایت کی کوئی سنت قائم کرے گا اسے بھی اس پر عمل کرنے والوں کے اجر جیسا اجر بھی ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی اور اللہ کے بندوں میں سے جو کوئی بھی گمراہی کی کوئی سنت قائم کرے گا اسے بھی اس پر عمل کرنے والوں کے گناہ جیسا گناہ ملے گا اور ان کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (ثواب الاعمال صفحہ:132)

یہ آیت ہمارے اخلاق اور کردار کی تعمیر میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اگر انسان ہر عمل کے انجام دینے سے قبل ایک لمحہ کے لیئے رک کر سوچے کہ اس کا یہ عمل بھی ریکارڈ ہو رہا ہے اور اس عمل کے آثار و نتائج بھی ریکارڈ ہو رہے ہیں تو انسان ہر اس عمل سے اجتناب کرے گا جو اس کے نامہ اعمال کو خراب کرنے والا ہو اور آخرت میں اسے کے لیئے عذاب کا سبب ہو۔

لہٰذا یہ بہت ضروری ہے کہ انسان اپنے ہر عمل کو انجام دینے سے پہلے ذرا رک کر دیکھے کہ وہ کیا کر رہا ہے:

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّ مَتْ لِغَدٍ

ترجمہ: اور ہر شخص یہ دیکھتا رہے کہ اس نے کل کے لیئے کیا آگے بھیجا ہے۔ (حشر:18)

اس لیئے کہ انسان کے سب اعمال اور اعمال کے آثار امامِ مبین میں پوری طرح محفوظ کیئے جا رہے ہیں۔

☆☆☆

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اِمَامٍ مُبِیُن:

وہ امام مبین جس میں ان سب باتوں کا پوری طرح سے احاطہ کر دیا گیا ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

اس آیت میں غور وفکر سے امام مبین کے معنی واضح ہو جاتے ہیں۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ لوگوں کے تمام اعمال اور ان کے آثار کو لکھا جا رہا ہے اور ہر چیز کا امام مبین میں احاطہ اوراحصاء کر دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں ہر چیز سے مراد تمام اعمال اوران کے تمام آثار ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں امام مبین سے مراد ہرانسان کا اعمال نامہ ہے۔ یہ بات قرآن مجید میں کچھ اور مقامات پر بھی بیان ہوئی ہے:

یَوُمَ یَبُعَثُھُمُ اللّٰہُ جَمِیُعاً فَیُنَبِّئُھُمُ بِمَا عَمِلُوُا،اَحُصٰہُ اللّٰہُ وَ نَسُوُہُ

ترجمہ: جس دن اللہ ان سب کو زندہ کر کے اٹھائے گا اور جو کچھ وہ کرتے رہے اس سے انہیں باخبر کرے گا، اس نے اسے شمار کر رکھا ہے جبکہ یہ خود اسے بھول چکے ہوں گے۔ (مجادلہ:6)

وَ وُضِعَ الُکِتَابُ فَتَرَی الُمُجُرِمِیُنَ مُشُفِقِیُنَ مِمَّا فِیُہِ،

وَ یَقُوُلُوُنَ یٰوَیُلَتَنَا مَا لِ ھٰذَا الُکِتَابِ لا یُغَادِرُ صَغِیُرَۃً وَلا کَبِیُرَۃً

اِلَّا اَحُصَاھَا وَوَجَدُ وُا مَا عَمِلُوُا حَاضِراً

ترجمہ: اور کتاب رکھ دی جائے گی، پھر تم دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں ہے مجرم اس سے خوفزدہ ہوں گے، اور وہ کہیں گے ہائے ہماری بدبختی! یہ کیسی کتاب ہے کہ اس نے کسی بھی چھوٹے اور بڑے عمل کو نہیں چھوڑا بلکہ اسے شمار کر رکھا ہے، اور جو عمل انہوں نے کیئے وہ انہیں حاضر پائیں گے۔ (کہف:49)

وَکُلَّ شَیُئٍی اَحُصَیُنَاہُ کِتَاباً

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: اورہم نے ہر چیز کوایک کتاب میں پوری طرح شمارکر رکھا ہے۔ (نباء:29)

سورۂ یاسین کی زیر بحث آیت میں بھی کہا گیا ہے کہ : **نكتب ما قدموا** . . . . ہم لکھتے ہیں . . . اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں امام مبین سے مراد نامہ اعمال ہے جس میں ہر انسان کے اعمال اوران اعمال کے آثار پوری طرح شمارکر کے لکھے ہوئے ہوں گے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگراس سے مراد کتاب ہے تو پھراس کے لیئے لفظ امام کیوں استعمال کیا گیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ کتاب کوامام کہنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس لیئے کہ کتاب کا کام بھی رہنمائی کرنا ہوتا ہے۔اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے تورات کوامام کہا:

كِتَابُ مُوْسىٰ اِمَاماً وَ رَحْمَةً.

ترجمہ: موسیٰ کی کتاب (یعنی تورات) امام اوررحمت تھی۔(احقاف:12)

ہمارے ہاں سکول، کالج اور یونیورسٹی کی بعض کتابوں کو گائیڈ کہا جاتا ہے۔گائیڈ کا عربی میں ترجمہ کریں توامام ہی بنے گا۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ امام مبین جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا پوری طرح احاطہ کرر کھا ہے اس سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔علامہ طباطبائی رضوان اللہ علیہ تفسیر المیزان میں ان میں سے کچھ روایات کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ یہ روایات اس آیت کی تفسیر نہیں ہیں بلکہ اس کے باطن کی حیثیت رکھتی ہیں۔اس لیئے کہ یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب مبین میں مندرج معلومات اپنے کسی خالص بندے کوعطا فرمادے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اس آیت میں بات مردوں کوزندہ کرنے کے سیاق وسباق میں ہورہی ہے، اعمال اوران کے آثار کے لکھے جانے کی بات ہورہی ہے۔لہٰذا اس سے نامہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اعمال مراد ہونا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اس سورہ مبارکہ کے تین اہم موضوعات ہیں: توحید، رسالت اور قیامت۔ جو مشرکین توحید، رسالت اور قیامت کے منکر تھے ان کے سامنے امامت علی (علیہ السلام) کا بیان اور وہ بھی اشارے کے انداز میں، کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَثَلاً اَصۡحَابَ الۡقَرۡيَةِ ، اِذۡ جَائَهَاالۡمُرۡسَلُوۡنَ(13)

اِذۡ اَرۡسَلۡنَا اِلَيۡهِمُ اثۡنَيۡنِ، فَكَذَّبُوۡهُمَا فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ

فَقَالُوۡا اِنَّا اِلَيۡكُمۡ مُرۡسَلُوۡنَ (14)

ترجمہ: اور اِن کے لیئے بستی والوں کا قصہ بطور مثال بیان کیجئے،

جب اُن کے پاس رسول آئے، جب ہم نے اُن کی طرف دو رسول بھیجے

اور انہوں نے اُن کو جھٹلا دیا تو ہم نے تیسرے (رسول) کے ذریعے اُن کو مدد پہنچائی،

انہوں نے کہا ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

تفسیر:

یہ بستی کون سی تھی؟ کہاں واقع تھی؟ اس کے رہنے والے کون تھے؟ قرآن مجید ان تمام سوالوں کے جواب میں خاموش ہے۔ احادیث میں جو تفصیلات اس بارے میں موجود ہیں وہ قابل وثوق نہیں ہیں۔ اگر ان سوالوں کا جواب ضروری ہوتا تو قرآن مجید میں ان پر ضرور روشنی ڈالی جاتی یا احادیث میں ان کے بارے میں تسلی بخش اور قابل اطمینان مواد موجود ہوتا۔ یہ خاموشی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سوالات اہم نہیں ہیں۔ اہم بات وہ حقیقت ہے جس کا اس واقعہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کے ذکر کا مقصد مشرکین مکہ کو اس حقیقت سے باخبر کرنا ہے کہ اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے اور ان کی مخالفت کرنے والوں کا انجام ہلاکت اور بربادی ہوتا ہے اور ان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دعوت کو قبول کر کے ان کی نصرت کرنے والوں کے لیئے اجر کریم ہوتا ہے۔

قَالُوْا مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ مَا اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ (15)

ترجمہ: انہوں نے جواب دیا تم تو ہم جیسے بشر ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم تو بس جھوٹ بولتے ہو۔

تفسیر:

ہر دور میں گمراہ لوگوں کا یہ خیال رہا ہے کہ بشر کو نبوت نہیں مل سکتی۔ جو نبی ہو وہ بشر نہیں ہوتا اور جو بشر ہو وہ نبی نہیں ہوتا۔ اس بستی کے کفار چونکہ ان رسولوں کے بشر ہونے کو جانتے تھے لہٰذا انہوں نے اپنے اسی جاہلانہ عقیدے کی بنیاد پر ان کی رسالت پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ گویا ان کی منطق یہ تھی کہ ہم اور تم دونوں بشر ہیں، بشریت میں ہم یکساں ہیں۔ ہم پر تو اللہ کی طرف سے کوئی وحی نہیں آتی، پس چونکہ تم ہماری مانند بشر ہو لہٰذا تم پر بھی کوئی وحی نہیں آئی اور تمہارا یہ کہنا کہ ہم اللہ کے رسول ہیں اور ہم پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے، سب جھوٹ ہے۔

قرآن شریف کا مطالعہ کرنے سے یہ بات روشن اور واضح ہو جاتی ہے کہ جب بھی انبیاء کی مخالف اقوام نے ان کو بشر قرار دے کر ان کی نبوت و رسالت کا انکار کیا تو کسی بھی نبی نے اپنی بشریت کا انکار نہیں کیا۔ کسی نبی نے، کسی رسول نے یہ نہیں کہا کہ تمہیں ہمارے ظاہر سے غلط فہمی ہوئی ہے، ہم دیکھنے میں بشر ہیں لیکن حقیقت میں بشر نہیں ہیں۔ کسی نبی نے ایسی کوئی بات نہیں کی بلکہ انہوں نے ان جاہلوں اور گمراہوں کے جواب میں ہمیشہ یہ کہا کہ ہم تمہارے جیسے بشر ہی ہیں لیکن نبوت اور رسالت اللہ کا فضل ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عطا فرماتا ہے:

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: ان کے رسولوں نے کہا کہ ہم تو تمہاری طرح بشر ہی ہیں

لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔ (ابراہیم:11)

اس آیت میں یہ نہیں کہا گیا کہ **نَحۡنُ بَشَرٌ مِثۡلُکُمۡ**: ''ہم تم جیسے بشر ہیں'' بلکہ یہ کہا جا رہا ہے: **اِنۡ نَحۡنُ اِلَّا بَشَرٌ مِثۡلُکُم** جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ ''ہم کچھ نہیں ہیں مگر تم جیسے بشر'' جبکہ اس کا با محاورہ ترجمہ یہ ہے: ہم تو تمہاری طرح بشر ہی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں بشریت کی نفی نہیں کی جا رہی ہے بلکہ بشریت کا صریح الفاظ میں اثبات کیا جا رہا ہے اور بشر نہ ہونے کی شدت کے ساتھ نفی کی جا رہی ہے۔

اس بستی میں بھیجے گئے رسولوں نے اپنی قوم کے جواب میں جو بات کہی یہاں اس کو اس طرح بیان کیا رہا ہے:

قَالُوۡا رَبُّنَا یَعۡلَمُ اِنَّا اِلَیۡکُمۡ لَمُرۡسَلُوۡنَ (16)

وَمَا عَلَیۡنَا اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ(17)

ترجمہ: ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔
اور ہماری ذمہ داری اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم اللہ کا پیغام واضح اور آشکار طور پر تم تک پہنچا دیں۔

تفسیر:

مطلب یہ ہے کہ اگر تم ہماری بات نہیں مانتے اور ہماری رسالت پر ایمان نہیں لاتے تو نہ سہی، اس سے ہمیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا، ہم پر اور ہماری رسالت پر ایمان لانے میں تمہارا فائدہ اور نہ لانے میں تمہارا ہی نقصان ہے۔ ہمارے اطمینان اور ہماری تسلی کے لیئے اتنا کافی ہے کہ ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم اس کی طرف سے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

ان رسولوں کے اس جواب میں اللہ کی راہ میں الٰہی فرائض انجام دینے والوں کے لیئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایک بہت عمدہ اور اہم درس موجود ہے کہ اللہ کی راہ پر چلتے ہوئے لوگ تمہاری مخالفت کریں، برا بھلا کہیں، تہمتیں لگائیں، تو تمہیں اس سے ملال نہیں ہونا چاہیے، نہ ہی تمہیں اس بات پر کڑھنا چاہیے کہ کاش کسی طرح میں ان لوگوں کو اپنی سچائی کا یقین دلا دوں۔ جب اپنے ضمیر کے سامنے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے تم سچے ہو تو یہی تمہارے اطمینان کے لیئے کافی ہے۔

اس میں ایک عام انسان کے لیئے بھی یہ درس ہے کہ اگر تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ تم راہ راست پر ہو تو تمہارے اطمینان اور سکون کے لیئے یہی کافی ہے۔ بہت سے لوگ اس بات پر اپنی زندگی کو تلخ بنا لیتے ہیں اور بعض اوقات نفسیاتی مریض بھی بن جاتے ہیں کہ ہم صحیح ہوتے ہیں مگر پھر بھی لوگ ہمیں غلط سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو یہ آیت پیش نظر رکھنی چاہیے اور اس بات پر توجہ رکھنی چاہیے کہ اہم بات یہ ہے کہ آپ خود صحیح ہوں، خواہ لوگ آپ کو غلط سمجھیں۔ آپ کے صحیح ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ لوگ بھی آپ کو صحیح سمجھیں۔ اس دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ صحیح کو غلط سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ آپ کے اطمینان کے لیئے یہی بات کافی ہونی چاہیے کہ آپ صحیح ہیں۔ البتہ آپ کا یہ خیال صحیح دلیل پر مبنی ہونا چاہیے ورنہ تو اس دنیا میں بہت سے لوگ غلط اور برے کام کر کے بھی اپنے آپ کو صحیح سمجھ رہے ہوتے ہیں۔

ان رسولان الٰہی کے جواب کا دوسرا اور اہم حصہ یہ ہے:

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ.

"اور ہماری ذمہ داری اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم اللہ کا پیغام
واضح اور آشکار طور پر تم تک پہنچا دیں"

یہاں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کے رسولوں کا کام صرف اللہ کے پیغام کو واضح و آشکار طور پر اللہ کے بندوں تک پہنچانا ہوتا ہے۔ ان کا یہ کام نہیں ہوتا کہ ڈنڈے کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زور سے اللہ کے احکام کو معاشرے میں نافذ کریں:

فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ. لَّسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ

ترجمہ: اے رسول آپ صرف یاددہانی کروانے والے ہیں،

آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔(غاشیہ:21-22)

داروغہ اس حکومتی اہل کار کو کہتے ہیں جو حکومتی احکامات کی ریاستی طاقت کے زور سے تعمیل کرواتا ہے۔

اس بنیاد پر یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ حقیقی علمائے ربانی، جن کو احادیث میں انبیاء کا وارث کہا گیا ہے، ان کا اصل کام بھی لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچانا ہے۔ اسی سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بھی قابل توجہ ہے کہ ایک بار آپ نے اصحاب کے مجمع میں فرمایا:

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ.

قِيْلَ مَنْ خُلَفَائُکَ؟قَالَ الَّذِيْنَ يَاْتُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ وَ يَرْوُوْنَ حَدِيْثِی

وسنتي وَ يُعَلِّمُوْنَهَا النَّاسَ

ترجمہ: اے اللہ میرے خلفاء پر رحم فرما، اے اللہ میرے خلفاء پر رحم فرما، اے اللہ

میرے خلفا پر رحم فرما، لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ آپ کے خلفاء کون ہیں؟

آپ نے فرمایا: وہ جو میرے بعد آئیں گے، میری احادیث اور میری سنت کو

بیان کریں گے اور لوگوں کو ان کی تعلیم دیں گے۔ (معانی الاخبار:375)

یہ حدیث واضح الفاظ میں اس حقیقت کو بیان کررہی ہے کہ وہ علماء جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت اور خلافت کے منصب پر فائز ہیں ان کی اصل ذمہ داری احادیث نبوی اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سنت نبوی کو بیان کرنا اور لوگوں کو ان کی تعلیم دینا ہے۔

اس آیت اور اس حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو مولوی صاحبان لوگوں کو قرآن مجید، احادیث نبوی اور سنت رسول کی تعلیم دینے کی بجائے دین کے نام پر اقتدار حاصل کرنے کے لیئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ قرآن اور حدیث سے ان کے عمل کی تائید نہیں ہوتی۔

یہاں یہ سوال رونما ہو سکتا ہے کہ آیا معاشرے اور مملکت کا نظام اسلامی احکام کے مطابق نہیں چلنا چاہیے؟ جواب یہ ہے کہ ضرور چلنا چاہیے لیکن یہ کام مولوی صاحبان کا نہیں بلکہ حکمرانوں اور سیاسی رہنماؤں کا ہے کہ وہ مملکت بانی اور حکمرانی کے کام میں دین کے احکامات کی پیروی کریں۔ یہ ایسا ہی ہے کہ تاجروں کا کام ہے کہ وہ اسلام کے احکام کے مطابق تجارت کریں۔ علماء کا کام یہ ہے کہ انہیں اسلام کے اقتصادی اور تجارتی احکام کی تعلیم دیں۔ اس کے بعد اگر وہ اسلامی احکام کے مطابق تجارت نہیں کرتے تو کیا اس کا مطلب ہے کہ مولوی بازاروں پر قبضہ کرلیں اور ساری دکانوں تجارتی مراکز پر قبضہ کر کے تجارت کا شعبہ خود سنبھال لیں؟ ڈاکٹروں کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے پیشے سے متعلق اسلامی احکام پر عمل کریں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ مولوی صاحبان ڈاکٹروں کو ہسپتالوں سے نکال کر مریضوں کا علاج بھی خود کرنا شروع کردیں۔ بالکل اسی طرح علما کا کام ہے لوگوں کو ہر شعبے میں اسلامی تعلیمات سے آشنا کریں اور بس۔

جدید دور میں جب درس وتدریس کے انداز بھی بدل گئے ہیں تو حکومتوں کا کام ہے کہ کالج اور یونیورسٹیوں کے سلیبس کو اس انداز سے ترتیب دیا جائے کہ ہر شعبے میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طالبعلموں کو اسلامی عقائد، اخلاقیات اور احکامات کی بھی تعلیم دی جائے اور ان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس طرح سے تربیت کی جائے کہ تعلیم سے فارغ ہو کر جب وہ عملی زندگی میں آئیں تو اپنے شعبے میں اسلام کے احکام کے مطابق عمل کریں۔ اگر تعلیم و تربیت کا نظام صحیح ہو جائے اور ہر شعبہ میں لوگوں کی صحیح اسلامی تربیت ہو جائے تو پھر ہر شخص معاشرے میں جس بھی مقام یا عہدے پر ہوگا، اپنے فرائض کو اسلامی احکام کے مطابق انجام دے گا اور معاشرے میں خود بخود اسلامی نظام نافذ ہو جائے گا۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ اسلامی مملکت کا سیاسی نظام اس طرح سے تشکیل دیا جائے کہ معاشرے اور مملکت کے معاملات اسلامی احکام کے مطابق چلیں۔ جس کے لیئے مولویوں کا برسراقتدار ہونا بالکل ضروری نہیں ہے۔ دنیا کے ہر ملک کا قانون ہوتا ہے اور سب جانتے اور مانتے ہیں کہ ملک میں قانون کی حاکمیت اور بالادستی کا ہونا ضروری ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ قانون دان طبقہ یہ دعویٰ شروع کر دے کہ: ’’ملک کا نظام قانون کے مطابق چلنا چاہیے اور چونکہ ہم قانون دان ہیں لہٰذا حکومت ہمارے ہاتھ میں دے دی جائے‘‘۔ دنیا کے کسی ملک میں قانون دان طبقے کی طرف سے ایسی احمقانہ تحریک نہیں چلائی گئی کہ چونکہ ملک کے معاملات قانون کے مطابق چلنے ضروری ہیں اور ہم قانون دان ہیں لہٰذا حکومت کرنا ہمارا حق ہے۔

ہمارے معاشرے میں دین و مذہب کے نام پر اور ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنے کے نام پر مولوی صاحبان کا ہر معاملے میں ٹانگ اڑانا ایک انتہائی منفی طرزِ عمل ہے جس سے فتنہ وفساد اور بدبختی و خلفشار کے سوا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اسی کے بارے میں حضرت علامہ اقبالؒ نے بجا طور پر فرمایا: دینِ ملا فی سبیل اللہ فساد

☆☆☆

قَالُوْا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ لَيَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (18)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: انہوں نے کہا: ''تمہاری وجہ سے ہم پر نحوست آ گئی ہے اور اگر تم باز نہ آئے
تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں دردناک سزا ملے گی۔

تفسیر:

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ مشکلات اور مصائب میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو کسی قوم کی طرف بھیجتا ہے کہ وہ اس قوم کو اللہ کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیں تو ساتھ ہی وہ اس قوم کو مصیبتوں اور مشکلات میں بھی مبتلا کر دیتا ہے تا کہ ان کے اندر اللہ کی طرف رجوع کرنے کا فطری جذبہ بیدار ہو جائے۔ اس بات کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَمَا اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَةٍ مِنۡ نَبِیٍّ اِلَّآ اَخَذۡ نَا اَهۡلَهَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمۡ يَضَّرَّعُوۡنَ .

ترجمہ: اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی نبی بھیجا وہاں کے رہنے والوں کو مصیبتوں اور سختیوں
میں مبتلا کر دیا تا کہ وہ عاجزی اختیار کرنے لگیں۔ (اعراف:94)

اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی سنت کے مطابق اس بستی میں رسول بھیجنے کے ساتھ ساتھ ان پر کچھ مصیبتیں اور سختیاں بھی نازل کیں تا کہ ان کے دل اللہ کی طرف مائل ہو جائیں اور وہ اللہ کے پیغام کو قبول کر لیں۔ لیکن جو لوگ شیطان کی راہ پر بہت آگے جا چکے ہوں وہ اللہ اور اللہ کی راہ کی طرف واپس نہیں آتے۔

کسی را کہ شیطان بود پیشوا کجا باز گردد براہ خدا (شیخ سعدی)

اس بستی کے باسی بھی شیطان کی بندگی میں بہت آگے نکل چکے تھے۔ ان کے دلوں پر غفلت اور عناد کے پردے اس قدر گہرے ہو چکے تھے کہ ان مصیبتوں میں اللہ کی طرف رجوع کرنے اور اللہ کے پیغام کے سامنے سر جھکانے کی بجائے انہوں نے اللہ کے رسولوں کو یہ کہنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شروع کردیا کہ چونکہ تم ہمارے معبودوں کا انکار کرتے ہو اور ہمارے آباء واجداد کے دین و مذہب کی مخالفت کررہے ہو اس لیئے تمہاری وجہ سے ہم پر بدبختی اور نحوست آن پڑی ہے اور خوش بختی وبرکت ہمارے درمیان سے اٹھ گئی ہے۔لہٰذا تم اپنی کاروائیوں سے باز آجاؤ اور اگر تم لوگ باز نہیں آتے تو ہم تمہیں سخت سزا دیں گے اور تمہیں سنگسار کردیں گے۔

یہ ہر دور کے باطل پرستوں کی روش رہی ہے کہ جب وہ طاقتور ہوتے ہیں تو اہل حق کو اس قسم کی دھمکیاں دیتے ہیں اور ان کا بس چلے تو حق کی آواز کو دبانے کے لیئے طاقت اور تشدد کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ باطل پرست کھلم کھلا کافر ہوں۔عبا وقبا و جبہ و دستار میں بھی ایسے باطل پرست موجود ہوتے ہیں خاص طور پر جب اقتدار کے نشے میں بدمست بھی ہوں۔استاد محترم آیت اللہ العظمیٰ ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی (رضوان اللہ علیہ) کے درس قرآن پر حملہ اس کی ایک مثال ہے جس کی روداد کتاب کے آخر پر ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

قَالُوْا طَائِرُکُمْ مَعَکُمْ اَاِنْ ذُکِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُوْنَ (19)

ترجمہ: انہوں نے کہا تمہاری نحوست تو تمہارے اپنے ساتھ ہے۔

کیا اگر تمہیں نصیحت کی جائے تو (تم نصیحت کو قبول کرنے کی بجائے اسے جھٹلاتے ہو)؟

بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) تم حد سے گزر جانے والی قوم ہو۔

تفسیر:

ان باطل پرستوں کے جواب میں ان رسولان الٰہی کا جواب یہ تھا کہ تمہاری اصل نحوست تو تمہارے ساتھ لگی ہوئی ہے اور وہ ہے تمہارا کفر وشرک و باطل پرستی اور حق دشمنی۔تم ان کو ترک کر کے خدا پرستی، ایمان اور عمل صالح کی راہ پر آجاؤ تو ہر قسم کی بدبختی اور نحوست سے آزاد ہو جاؤ گے۔مگر تمہاری تو حالت یہ ہے کہ تمہیں نصیحت کی جائے تو تم نصیحت حاصل کرنے کی بجائے کفر وگمراہی اور سرکشی میں بڑھتے چلے جاتے ہو۔عجیب اندھاپن ہے کہ اپنے کفر وشرک وسرکشی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی نحوست تمہیں نظر نہیں آتی اور اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر جو خود بھی خیر و برکت ہیں اور ان کا پیغام بھی خیر و برکت کا سرچشمہ ہے انہیں تم نحوست اور بدبختی کی وجہ قرار دے رہے ہو۔

ان کے اس رویے کی وجہ یہاں یہ بیان کردی گئی ہے کہ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُوْن، یعنی تم کفر وشرک و گمراہی اور اندھے پن میں حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔

وَجَاءَ مِنْ اَقْصَى الْمَدِ يْنَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ

ترجمہ: اور شہر کے پرلے سرے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔

تفسیر:

اس شخص کا نام کیا تھا اور یہ کیا کرتا تھا؟ اس کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی اشارہ نہیں ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کے نام اور پیشے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اصل اہمیت اس کے اس ایمانی کردار کی ہے جو یہاں بیان کیا جارہا ہے۔ البتہ روایات میں اس کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ اس کا نام حبیب تھا اور پیشے کے لحاظ سے نجار یعنی ترکھان تھا اور یہ واقعہ جس بستی میں پیش آیا اس کا نام انطاکیہ ہے جو موجودہ ترکی کا ایک خوبصورت اور ترقی یافتہ شہر ہے۔

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے:

اَلصِّدِّ يْقُوْنَ ثَلا ثَةٌ: حَبِيْبُ النَّجَّارُ مُوْمِنُ آلِ يَاسِيْنَ، حِزْقِيْلُ مُوْ مِنُ آلِ فِرْعَوْنَ وَ عَلِيٌّ ابْنُ اَبِىْ طَالِبٍ وَ هُوَ اَفْضَلُهُمْ

ترجمہ: صدیق تین ہیں: حبیب نجار، مومن آل یاسین۔ حزقیل، مومن آل فرعون اور علی ابن ابی طالب، اور یہ ان میں سب سے افضل ہیں۔ (نورالثقلین 383:4)

قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوْا الْمُرْسَلِيْنَ(20)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اِتَّبِعُوْا مَنْ لَا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَ هُمْ مُهْتَدُوْنَ (21)

ترجمہ: اس نے کہا اے میری قوم رسولوں کی پیروی کرو، ان کی پیروی کرو
جوتم سے کوئی اجر نہیں مانگتے اور وہ خود ہدایت پر ہیں۔

تفسیر:

یہ مرد مومن اللہ کے رسولوں کی مدد اور نصرت کرتے ہوئے اپنی قوم کو رسولوں کی پیروی کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔ اس مرد مومن کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کی بات کو نہ ماننے کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس کی بات ہی غلط ہو اور گمراہی پر مبنی ہو۔ ظاہر سی بات ہے کہ ایسے شخص کی بات کسی صورت میں نہیں مانی جاسکتی۔ دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس کی بات تو صحیح ہو لیکن اس کی نیت صحیح نہ ہو اور وہ اسے اپنے کسی مالی اور مادی اغراض و مقاصد کے لیئے استعمال کرر ہا ہو۔ ایسے افراد سے بھی اپنے آپ کو دور رکھنا ضروری ہے جو سچ اور حق کو اپنے ذاتی مفادات کے حصول کا ذریعہ بنا کر لوگوں کو فریب دیتے ہوں۔

لیکن ان رسولوں کی بات بھی صحیح ہے اور یہ تم سے کوئی اجر بھی نہیں مانگ رہے۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ وہ صرف اور صرف تمہیں راہ حق دکھانا چاہتے ہیں اور تمہیں ہلاکت و بربادی سے بچانا چاہتے ہیں۔ وہ تمہارے خیر خواہ ہیں۔ لہٰذا ان کی پیروی ضرور کرنی چاہیے۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے والے حقیقی داعی وہی ہوتے ہیں جو ہر قسم کی مادی اور مالی اغراض سے بالاتر ہو کر اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔ جب دین کی دعوت دینے والے مادی اور مالی مفادات کی خاطر دینی خدمات انجام دینے لگتے ہیں تو پھر یہ پیشہ بن جاتا ہے۔ جب پیشہ بن جاتا ہے تو پھر اس میں دین کی دعوت ثانوی ہو جاتی ہے اور مالی مفادات بنیادی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ رویہ دین

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لیئے نقصان دہ اور دین کے حقیقی مبلغین کے لیئے بہت سی مشکلات پیدا کر دیتا ہے۔اس آیت کی رو سے اہل ایمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دینی خدمات کے معاملے میں خوب چھان بین کیا کریں۔جو شخص دینی خدمت کی اجرت لیتا ہے گویا اس نے دین کو کاروبار اور تجارت اور مادی مفادات کے حصول کا ذریعہ بنا لیا ہے، ایسا شخص دین کا مخلص نہیں ہوتا اور دین کے معاملے میں اس پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے۔

وَمَا لِیَ لا اَعۡبُدَ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ وَ اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ (22)

ترجمہ: میں اس (رب) کی عبادت کیوں نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

تفسیر:

یعنی حیرت اور اچنبھے کی بات تو یہ ہے کہ انسان کسی ایسی چیز کو اپنا معبود بنا لے جو خالق بھی نہیں ہے اور جس کی بارگاہ میں لوٹ کر بھی نہیں جانا، جس کو اپنی زندگی اور اعمال کا حساب و کتاب بھی نہیں دینا۔لیکن جو خالق ہے اور جس کی بارگاہ میں لوٹ کر بھی جانا ہے، جس کو اپنی زندگی کے ایک ایک پل اور ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے اس کی عبادت کیوں نہ کی جائے؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ معبود ہونے کا خالق ہونے کے ساتھ گہرا تعلق ہے، جو خالق ہے وہی معبود ہے:

یَا اَیُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ (بقرہ:21)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔

دوسری طرف سے ان لوگوں کی شدید سرزنش کی جا رہی ہے جو ان چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو خالق نہیں ہیں:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يَا اَ يُّهَاالنَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْالَهٗ، اِنَّ الَّذِ يْنَ تَدْ عُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَخْلُقُوْا ذُبَاباً وَلَوْ اِجْتَمَعُوْا لَهٗ، اِنْ يَسْلُبُهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًالا يَسْتَنْقِذُ وْهُ مِنْهُ، ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ.مَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْ رِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِيْزٌ

ترجمہ: اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے پس اسے غور سے سنو، اللہ کو چھوڑ کر جن سے تم دعائیں مانگتے ہو وہ تو کبھی مکھی بھی پیدا نہیں کرسکیں گے اگرچہ سب اکٹھے ہوجائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو وہ اسے اس سے واپس نہیں لے سکتے، طالب اور مطلوب دونوں ہی کمزور ہیں۔ (حج:73-74)

یہاں یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ یہ مردمومن اپنی قوم سے یہ نہیں کہہ رہا کہ جس کی طرف میں لوٹایا جاؤں گا، بلکہ یہ کہہ رہا ہے کہ جس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ یہ انداز اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے اندر یہ احساس بیدار کیا جائے کہ اللہ کی ربوبیت اور آخرت کا انکار کرکے وہ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے سے بچ نہیں جائیں گے۔ وہ انکار کریں یا ایمان لائیں، اللہ کی بارگاہ میں حاضر تو ضرور ہونا ہے۔ جب اس کی بارگاہ میں حاضری سے فرار نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ منکر اور مجرم بن کر پیش ہونے کی بجائے مومن اور مطیع بندہ بن کر پیش ہوا جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر انسان کے اندر یہ احساس ذرا بھی بیدار ہوجائے کہ اسے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اپنے ایک ایک عمل کا جواب دینا ہے تو پھر کوئی چیز اس کو حق کی راہ پر چلنے سے نہیں روک سکتی۔ یہ مردمومن اپنی قوم میں یہی احساس پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے مزید کہتا ہے:

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُ وْنِهٖ آ لِهَةً اِنْ يُرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لا تُغْنِ عَنِّیْ شِفَاعَتُهُمْ شَيْئاً وَلا يُنْقِذُ وْنِ.(23) اِنِّیْ اِذاً لَفِیْ ضَلَالٍ مُبِيْنٍ (24)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: کیا میں اس کے سوا کوئی اور معبود بنالوں کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی شفاعت میرے کسی کام نہ آئے گی اور نہ ہی وہ مجھے بچا سکیں گے۔
اس صورت میں میں کھلی ہوئی گمراہی میں ہوں گا۔

تفسیر:

ہر دور کے مشرکین کا یہ گمان رہا ہے کہ ان کے معبود اللہ کے حضور ان کی شفاعت کریں گے۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو بتایا کہ شفاعت وہی کرے گا جسے اللہ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا اور وہ اسی کے حق میں شفاعت کرے گا جس کی شفاعت کی اللہ کی طرف سے اجازت دی جائے گی۔

انسان کسی بھی معبود کی عبادت تین میں سے کسی ایک وجہ سے کرتا ہے۔ یا تو اسے اس سے کسی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے اور وہ اس کی عبادت کر کے اسے خوش کرنا چاہتا ہے تا کہ اس کے قہر وغضب سے محفوظ رہ سکے۔ یا اسے اس سے کسی فائدے کی توقع ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی عبادت کر کے اسے خوش کرے تا کہ اپنا مطلوبہ فائدہ حاصل کر سکے۔ یا وہ اس سے محبت کرتا ہے اور جذبہ محبت کے تحت اس کی عبادت کرتا ہے۔

ان تینوں میں سے کوئی بھی وجہ ہو عبادت کا حقیقی مستحق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اس لیئے کہ ہر قسم کا نفع اور نقصان اس کے ہاتھ میں ہے۔ تمام کمالات کا حقیقی مالک ہونے کی وجہ سے حقیقی محبوب بھی وہی ہے۔ پس چاہے آپ کسی قسم کے دنیوی یا اخروی نقصان کے خوف سے عبادت کر رہے ہوں تو بھی صرف اللہ کی عبادت کرنی چاہیے۔ کسی بھی قسم کے دنیوی یا اخروی فائدے کے لیئے عبادت کرنا چاہتے ہوں تو بھی صرف اللہ کی عبادت کرنی چاہیے۔ اور اگر کسی کو کامل مطلق سمجھ کر، عبادت کا اہل سمجھ کر، مستحق عبادت سمجھ کر اور سب سے بڑھ کر محبوبِ حقیقی سمجھ کر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عبادت کرنا چاہیں تو بھی صرف اللہ کی عبادت کرنی چاہیے۔

امیرالمومنین علیہ السلام کا مشہور فرمان ہے:

مَا عَبَدۡتُکَ خَوۡفًا مِنۡ نَارِکَ وَلا طَمَعاً فِیۡ جَنَّتِکَ

وَلٰکِنۡ وَجَدۡتُکَ اَهۡلاً لِلۡعِبَادَةِ فَعَبَدۡتُکَ (بحارالانوار186:67)

ترجمہ: اے میرے معبود! میں نے تیری جہنم کے خوف سے تیری عبادت نہیں کی، نہ تیری جنت کے لالچ میں تیری عبادت کی، لیکن میں نے تجھے عبادت کے اہل پایا تو تیری عبادت کی۔

یہاں یہ مردمومن بھی یہی استدلال کر رہا ہے کہ میرا رب تو وہ ہے جو رحمٰن ہے، جس کی رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے، میرے پاس اور ہر کسی کے پاس موجود ہر نعمت اسی کے خزانہ رحمت سے عطا ہوئی ہے۔ میرا ہر نفع اور نقصان اسی کے ہاتھ میں ہے۔ لٰہذا مجھے اسی کی عبادت کرنی ہے۔ اب اگر میں اس رحمٰن معبود کی عبادت سے روگردانی کر کے کسی اور معبود کی عبادت کرنا شروع کر دوں تو میں اپنے رحمٰن رب کو ناراض کر کے اپنے آپ کو اس کی رحمت سے دور کرلوں گا، یہ ایک کھلی گمراہی ہوگی۔ کیونکہ میرا نفع نقصان تو میرے رحمٰن رب کے ہاتھ میں ہے۔ اگر میں اپنے رحمٰن رب کو ناراض کر دوں اور وہ میرے نقصان اور ضرر کا ارادہ کر لے تو کیا وہ دوسرے معبود میرے رحمٰن رب کے اس فیصلے اور ارادے پر غالب آ کر مجھے اس نقصان اور ضرر سے بچالیں گے؟ ظاہر سی بات ہے کہ اس سوال کا جواب ہر ذی شعور انسان یہی دے گا کہ ایسا تو ممکن نہیں ہے کہ کوئی خدائے رحمٰن کے ارادے پر غالب آ سکے۔ اب اگر اس واضح حقیقت کو جانتے بوجھتے کوئی خدائے رحمٰن کو چھوڑ کر کسی اور معبود کی عبادت اور پرستش کرے گا تو ظاہر سی بات ہے کہ وہ گمراہی میں ہوگا اور یہ گمراہی بھی ایسی ہوگی جو کھلم کھلا اور آشکار گمراہی ہے، جس کے گمراہی ہونے میں کسی قسم کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اِنِّیۡ آمَنۡتُ بِرَبِّکُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ (25)

ترجمہ: میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں پس تم میری بات سنو!

تفسیر:

جس طرح اس مرد مومن نے اس سے پہلے ان سے کہا کہ **و الیہ ترجعون** کہ تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے، وہی انداز اور وہی منطق اختیار کرتے ہوئے یہاں ان سے کہہ رہا ہے کہ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں۔ اگر وہ یہ کہتا کہ میں اپنے رب پر ایمان لے آیا ہوں تو اس کے جواب میں اس کی قوم کے لوگ کہہ سکتے تھے کہ تم اپنے رب پر ایمان لے آئے ہو تو یہ کون سی انوکھی بات ہے۔ ہر شخص اپنے رب پر ایمان رکھتا ہے۔ تم اپنے رب پر ایمان رکھتے ہوں اور ہم اپنے خداؤں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کی یہ بات کرنے سے پہلے ہی یہ مرد مؤمن انہیں یہ کہہ رہا ہے کہ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں۔ اس لیئے کہ وہ جس طرح میرا رب ہے اسی طرح تمہارا بھی رب ہے خواہ تم اس کی ربوبیت کو مانو یا نہ مانو۔ لیکن تم میری بات سنو، اپنے رب کے رسولوں کو پہچانو اور جس خیر وسعادت کی راہ کی طرف یہ تمہیں بلا رہے ہیں اس سے منہ نہ موڑو۔

قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّةَ قَالَ یَالَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ(26)

بِمَا غَفَرَ لِیۡ رَبِّیۡ وَ جَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ(27)

ترجمہ: اسے کہا گیا جنت میں داخل ہو جاؤ، اس نے کہا کاش میری قوم جان سکتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے معززین میں سے قرار دیا۔

تفسیر:

پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ قوم نے اس مرد مومن کی نصیحت پر کان دھرا، یا اس کی نصیحت کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوا میں اڑا دیا؟ یہاں اس بات کا کوئی واضح ذکر نہیں کیا گیا۔لیکن ان آیات کے لب ولہجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی قوم نے نہ صرف یہ کہ اس کی نصیحت پر کان نہیں دھرا بلکہ اسے شہید کر دیا۔

جیسے ہی یہ مردمومن شہادت کے رتبے پر فائز ہوا اسے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔البتہ ظاہری بات ہے کہ اس جنت سے مراد عالم برزخ کی جنت ہے اس لیئے کہ آخرت کی جنت تو قیامت کے بعد آخرت میں ملے گی۔ جیسے ہی وہ جنت میں داخل ہوا اس نے کہا کاش میری قوم جان لیتی کہ میرے رب نے میری گناہ معاف کر دیئے اور مجھے اپنے معزز بندوں میں داخل کر دیا۔

اس آیت میں حق کا ساتھ دینے والوں کے لیئے ایک بہت عظیم خوش خبری ہے۔ عام طور پر دنیا میں لوگ حق اور اہل حق کا ساتھ دینے سے اس لیئے گھبراتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری جان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا، ہمارا کاروبار خراب ہو جائے گا، ہمارا نقصان ہو جائے گا۔ یہاں بتایا جارہا ہے کہ جس طرح اس مردمومن نے اپنی ظاہری زندگی کھو کر جنت کی ابدی زندگی حاصل کر لی، اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے اور اسے اللہ کے معزز بندوں میں داخل کر دیا گیا۔اسی طرح اللہ کی راہ میں حق کا ساتھ دیتے ہوئے اپنی جان ہار جانے والا زندہ ہوتا ہے، وہ عارضی زندگی کو کھو کر ہمیشہ کی زندگی پالیتا ہے اور دنیا کی فانی اور ناپائیدار نعمتوں اور لذتوں کے بدلے میں جنت کی لازوال ابدی نعمتیں پالیتا ہے۔

گناھوں کی مغفرت : شھید کا پھلا انعام:

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلامُ: مَنْ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَمْ یُعَرِّفْہُ اللّٰہُ شَیْئًا مِنْ سَیِّئَاتِہٖ (الکافی کتاب الجہاد فضل الشہادۃ حدیث 6)

ترجمہ: جو انسان اللہ کی راہ میں شہید ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا کوئی گناہ اس کو نہیں بتائے گا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اَوَّلُ قَطْرَةٍ مِنْ دَمِ الشَّهِيْدِ كَفَّارَةٌ لِذِنْبِهٖ اِلَّا الدَّ يْنِ فَاِنَّ كَفَّارَتَهٗ قَضَائُهٗ

ترجمہ: شہید کے خون کا پہلا قطرہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے سوائے قرض کے، اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے ادا کردیا جائے۔ (فقیہ 183:3)

اسی طرح اللہ کی بارگاہ میں عزت پانا ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس کی قوم کے لوگوں نے سمجھ لیا کہ ہم نے رسولوں کے اس حامی کو قتل کرکے اسے ختم کردیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ختم نہیں ہوا، بلکہ اللہ کی مغفرت اور رحمت اس کے شامل حال ہوگئی اور وہ اللہ کی بارگاہ میں معززین کے زمرے میں داخل ہوگیا۔

یہ وہی مغفرت اور اجر کریم ہے جس کی بشارت اس سورت کی آیت 11 میں گزر چکی ہے:

اِنَّمَا تُنْذِ رُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَ اَجْرٍ كَرِيْمٍ

ترجمہ : آپ تو صرف اسی شخص کو خبردار کرسکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمٰن سے غائبانہ ڈرے، پس اسے مغفرت اور اجرِ کریم کی بشارت دے دیجئے۔

☆ ☆ ☆

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ وَ مَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ.(28)

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّا حِدَ ةً فَاِذَاهُمْ خَامِدُ وْنَ (29)

ترجمہ: اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی فوج نازل نہیں کی اور نہ ہی ہم نازل کرنے والے تھے۔ بس وہ ایک چیخ تھی اور وہ یکا یک ٹھنڈے ہوگئے۔

تفسیر:

یہاں اللہ تعالیٰ اہل مکہ کو یہ بتارہا ہے کہ اس مرد مومن کی شہادت کے بعد ہمیں اس کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ظالم قوم کو ہلاک کرنے کے لیئے آسمان سے کوئی فوج نہیں اتارنی پڑی، نہ ہی کبھی پڑتی ہے۔ بس ایک چیخ کی آواز سے ہی ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

انسان کی سماعت اور اس کے سماعت سے متعلق اعصابی نظام 20HZ سے 2KHZ تک کی فریکوینسی (Frequency) کی آواز سن سکتا ہے۔ اس سے زیادہ فریکوینسی کی آواز انسان کے لیئے نقصان دہ ہوتی ہے۔ یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ انسان جب اپنی دھن میں مگن ہو تو ایک چھوٹی سی غیر متوقع آواز سن کر بھی کانپ اٹھتا ہے۔ یہ کانپ اٹھنا اس بات کی دلیل کہ انسان کا اعصابی نظام اس آواز کی تاب نہیں لا سکا۔ کوئی آواز اچانک ہو اور بہت خوفناک ہو تو وہ یقیناً موت کا سبب بن سکتی ہے۔ ایسی ہی کسی آواز سے اللہ تعالٰی نے ان دشمنانِ حق کو نیست و نابود کر دیا۔ یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ کسی قوم کو تباہ یا ہلاک کرنے کے لیئے اللہ تعالٰی کو کوئی طاقت استعمال نہیں کرنی پڑتی۔ وہ ایک آواز سے ہی پوری قوم کو چشم زدن میں ہلاک کر سکتا ہے۔ جیسا کہ اس کائنات کا خاتمہ بھی ایک آواز سے ہو گا جو صور پھونکنے کے نتیجہ میں پیدا ہو گی۔

یہاں مشرکین مکہ کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کی گرفت سے اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھو۔ اگر تم نے بھی اللہ کے رسول اور اس کے ساتھیوں پر ظلم و ستم بند نہ کیا اور تم بھی اسی بستی والوں کی روش پر چلے تو تمہارا انجام بھی ہلاکت اور بربادی کے سوا کچھ نہ ہو گا۔ تم جتنے بھی طاقتور ہو تمہیں ہلاک کرنے کے لیئے اللہ کو کسی فوجی آپریشن کی ضرورت نہیں ہو گی، وہ ایک آواز سے ہی قوموں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔

اس آیت میں ان کی ہلاکت کے لیئے خامدون کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ خامدون خامد کی جمع ہے جو کہ اسم فاعل ہے اور اس کا مصدر خمود ہے جس کے معنی ہیں بجھ جانا۔ اس طرح خامد کے معنی ہوں گے: بجھا ہوا۔ آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہو گا: اور وہ یکا یک بجھ گئے۔ لیکن اردو محاورے میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہلاک ہوکر بے جان ہو جانے والے کے لیئے کہا جاتا ہے کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔اس لیئے ہم نے ترجمہ میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔

اس مردمومن کی اچھی عاقبت کا ذکر اور اس کی قوم کی بری عاقبت کا ذکر اس دور کے اہل ایمان اور اہل عناد دونوں کے لیئے ایک پیغام لیے ہوئے ہے۔اہل حق کے لیئے اچھی عاقبت کی بشارت اور دشمنان حق کے لیئے برے انجام کی وعید۔

یَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ، مَا يَا تِيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُ وْنَ (30)

ترجمہ: افسوس ان بندوں پر! ان کے پاس جو بھی رسول آیا انہوں نے اس کا مذاق اڑایا۔

تفسیر:

رسولوں کا استہزاء دراصل اس پیغام کا استہزاء تھا جو وہ لے کر آتے تھے اور اللہ کا استہزاء تھا جس نے یہ پیغام اور رسول ان کی طرف بھیجا تھا۔ ورنہ جب تک وہ اس پیغام کی تبلیغ کا آغاز نہیں کرتے تھے صادق اور امین مانے جاتے تھے۔اللہ کے پیغام کا مذاق اڑانے والے جو بھی ہوں اور جس دور میں بھی ہوں یہ آیت ان کے لیئے ایک خطرے کی گھنٹی ہے۔

استہزاء کسی چیز، کسی شخص یا کسی بات کا مذاق اڑانے کو کہتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی غیر عاقلانہ اور غیر منطقی رویہ ہے۔کوئی بھی پیغام، کوئی بھی بات، کوئی بھی نظریہ یا حق ہوگا یا باطل۔حق ہوگا تو اس کے حق ہونے کے دلائل موجود ہوں گے اور باطل ہوگا تو باطل ہونے کے بھی دلائل موجود ہوں گے۔اللہ تعالیٰ نے انسانی عقل کو حق اور باطل کی پہچان کی صلاحیت دے کر اس دنیا میں بھیجا ہے۔اب اگر کوئی پیغام آپ کے پاس آئے تو آپ کا فرض ہے کہ عقل کی روشنی میں دیکھیں کہ وہ حق ہے یا باطل؟ حق ہے تو اسے قبول کرنا فرض ہے اور باطل ہے تو اسے دلیل سے رد کرنا فرض ہے۔اس عقلی اور انسانی روش کو ترک کر کے کسی بات کا مذاق اڑانا اس بات کی دلیل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے کہ ایسا کرنے والا عقلمند انسان نہیں ہے۔ کسی بات کا مذاق اڑانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اس کو دلیل کی رو سے غلط ثابت نہیں کر سکتے۔ رسالت اور امامت کی پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کبھی کسی نبی یا کسی امام نے کسی باطل نظریئے کا مذاق نہیں اڑایا۔ انہوں نے ہمیشہ ٹھوس اور قطعی دلیل و برہان کی روشنی میں باطل کو رد کیا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ ایک گائے ذبح کرو تو انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا: اے موسیٰ کیا تم ہم سے مذاق کر رہے ہو؟ اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ

ترجمہ: میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ (بقرہ: 67)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب جسے قرآن نے انسانوں کی ہدایت کے لیئے ثبت کر لیا ہے یہ ثابت کرتا ہے کہ استہزاء کرنا اور مذاق بنانا جاہلانہ عمل ہے۔

☆☆☆

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لا يَرْجِعُوْنَ(31)

وَاِنْ كُلٌّ لَمَّا جَمِيْعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ(32)

ترجمہ: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم کتنی نسلوں کو ہلاک کر چکے ہیں اور وہ ان کی طرف پلٹ کر آنے والے نہیں ہیں۔

اور وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے۔

تفسیر:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اب یہاں ایک بہت اہم بات کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے اور وہ یہ کہ اللہ کے رسولوں کا اور اللہ کے پیغام کا مذاق اڑا لینا تو آسان ہے لیکن اس کا انجام بہت برا اور وحشتناک ہو تا ہے۔ جس قوم نے بھی اس خلافِ عقل و منطق روش کو اختیار کیا اس کا انجام ہلاکت، تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوا۔ قرآن مجید میں ان اقوام کی عبرت انگیز داستانیں مختلف سورتوں میں موجود ہیں۔

صرف یہی نہیں کہ ان کو ہلاک کر دیا گیا اور قصہ ختم، بلکہ ایک دن آئے گا جب یہ سب مجرم گرفتار کر کے اللہ کی بارگاہ میں پیش کیئے جائیں گے اور حق کے ساتھ دشمنی کرنے، حق کا مذاق اڑانے اور حق کی راہ کو چھوڑ کی نفسانی اور شیطانی خواہشات کی اتباع میں زندگی گزار دینے کی سزا پائیں گے۔

یہاں تک اہل مکہ کو رسول اللہ کی رسالت ، قرآن کی صداقت وحقانیت کے بارے میں دلائل دیئے گئے۔ انہیں رسولوں کی مخالفت کرنے والی بستی کا واقعہ اور ان کا انجام بتا کر خبردار کیا گیا کہ ان کے راستے پر چل کر تم بھی اسی انجام سے دوچار ہونے والے ہو۔ اب یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ صرف ایک یہی بستی نہیں تھی جو حق کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے ہلاک کر دی گئی بلکہ اور بھی کئی بستیوں کو ان کی اسی روش کی وجہ سے ہم ہلاک کر چکے ہیں۔ لہٰذا اے اہل مکہ تم بھی اپنی روش بدلو یا پھر اسی انجام کے لیئے تیار رہو۔

اس آیت میں ان قوموں کی ہلاکت پر حسرت اور افسوس کا اظہار کیا جارہا ہے جنہوں نے اللہ کے رسولوں اور اللہ کے پیغام کو قبول کرنے کی بجائے ان کا مذاق اڑایا۔ سوال یہ ہے کہ کیا حسرت اور افسوس جیسے جذبات اللہ تعالیٰ میں پائے جاتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ جذبات، خواہ کسی قسم کے ہوں، ان کا تعلق ان نفسانی کیفیات سے ہے جو ضعف اور کمزوری کی وجہ سے کسی انسان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے ضعف، کمزوری اور نقص سے منزہ اور پاکیزہ ہے لہٰذا اس میں کسی قسم کے جذبات نہیں پائے جاتے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے جذبات کا اظہار نہیں فرما رہا بلکہ ان لوگوں کی قابل افسوس حالت کو بیان فرما رہا ہے کہ ان کو ایک ایسا پیغام بھیجا گیا جسے قبول کر کے یہ دائمی مسرت واطمینان سے بھری ابدی اور لازوال زندگی پا سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے اس پیغام کی مخالفت کی، پیغام لانے والے رسولوں سے دشمنی کی، عقلی اور منطقی رویہ اپناتے ہوئے ان کے پیغام پر غور وفکر کرنے کی بجائے ان کو ہنسی مذاق میں اڑایا اور ان کا استہزاء کیا۔ انسان کے پاس بہتری کے امکانات نہ ہوں اور وہ ہلاکت سے دوچار ہو جائے تو بات اتنی قابل افسوس نہیں ہوتی، لیکن سعادت اور خوش بختی کے سارے اسباب دروازے پر دستک دے رہے ہوں اور انسان ان کو رد کر کے ہلاک ہو جائے تو ایسے افراد کی حالت زیادہ قابل حسرت وافسوس ہوتی ہے۔

یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ کسی کی ہلاکت، بربادی اور نقصان پر اس کے کسی دشمن یا کسی غیر کو کوئی افسوس نہیں ہوتا۔ افسوس کا اظہار وہی کرتا ہے جسے اس سے محبت ہوتی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ ان کے اس انجام کو بیان کرنے کے بعد ان کی حالت پر حسرت اور افسوس کا اظہار کر کے درحقیقت یہ بتا رہا ہے کہ اللہ کو ان سے بھی محبت تھی۔ اسی محبت کی وجہ سے اللہ نے ان کی ہدایت کے لیئے رسول بھیجے مگر انہوں نے ہدایت کو قبول کرنے کی بجائے گمراہی کو اختیار کیا اور اس قابل افسوس انجام سے دوچار ہو گئے۔

وَآيَةٌ لَهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنَاهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ (33)
وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنَّاتٍ مِنْ نَخِيْلٍ وَاَعْنَابٍ وَ فَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ (34)
لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (35)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: ان کے لیئے ہماری ربوبیت کی ایک نشانی مردہ زمین ہے جسے ہم نے زندہ کیا اوراس میں سے غلہ اگایا، اسی میں سے یہ کھاتے ہیں۔اورہم نے اس میں کھجوروں اورانگوروں کے باغات اگائے اوران میں چشمے نکالے تاکہ وہ اس کے پھل اوراپنے ہاتھوں کے عمل کا نتیجہ کھائیں ،تو کیا یہ شکرنہیں کرتے؟

تفسیر:

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا اصل مقصد لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اوراس کی توحید کی طرف بلانا تھالہٰذااب یہاں سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے دلائل بیان کیئے جارہے ہیں۔

اس سلسلے میں پہلی دلیل یہ بیان کی جارہی کہ مردہ زمین اللہ کی ربوبیت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔مردہ زمین کوزندہ کرنے کے دومعنی ہیں: ایک یہ کہ ابتدا میں زمین پرزندگی کا کوئی امکان نہیں تھا۔ہمارے نظام شمسی میں دوسرے سیاروں پراورہماری کہکشاں میں موجود دیگر ستاروں میں ابھی تک زندگی کے آثار نظرنہیں آرہے۔یہی حال ہماری زمین کا بھی تھا۔پھراللہ تعالیٰ نے بتدریج زمین میں یہ صلاحیت پیدا کی کہ اس کی آغوش میں زندگی پروان چڑھ سکے۔اس میں ہوا، پانی اوروہ سب چیزیں پیدا کیں جوزندگی کے لیئے ضروری ہیں۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے مردہ اورغیرآبادزمین کوزندگی سے آبادکردیا۔

مردہ زمین کوزندہ کرنے کے ایک اورمعنی یہ ہیں زمین بارش نہ ہونے کی وجہ سے سوکھ جاتی ہے اوراللہ تعالیٰ بارش برسا کراسے پھرسے سرسبزاورہرا بھرا کردیتا ہے۔

حَبًّـــــا سے مراد ہرقسم کا غلہ ہے جوانسان اورجانوروں کے کھانے کے کام آتا ہے۔

نَـخِيْل سے مراد کھجور کے باغات اوراعـنـاب سے مراد انگور ہیں۔اسی طرح دوسرے پھل بھی،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سب اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، اس کے علم، اس کی قدرت اور اس کی رحمت کی نشانیاں ہیں۔ انسان ان چیزوں میں سے کسی ایک کو بھی بنانے کی طاقت اور قدرت نہیں رکھتا۔ انسان کے بس میں صرف اتنا ہے کہ بیج بوئے، پانی لگا دے اور پھر نتیجہ اللہ پر چھوڑ دے۔ اس کے بعد انسان کا فرض یہ ہے کہ یہ سب نعمتیں عطا کرنے والے اپنے خالق اور مالک کو پہچانے اور اس کی شکر گزاری کرے۔ اس لیئے کہ انسان کے سامنے زندگی گزارنے کے دو ہی راستے ہیں:

ایک شکر گزاری کا اور دوسرا ناشکری کا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّا هَدَ يْنَا هُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَا كِراً وَ اِمَّا كَفُوْراً

ترجمہ: ہم نے اسے راستہ دکھا دیا اب وہ چاہے تو شکر گزار بنے چاہے تو ناشکرا بنے۔ (سورۂ انسان:3)

شکر گزاری کا جذبہ انسان کے اندر موجود ایک فطری جذبہ ہے۔ کوئی انسان آپ کے ساتھ کوئی نیکی کرے، آپ کی کسی ضرورت کو پورا کرے تو آپ کے دل میں ضرور اس کے بارے میں شکر گزاری کے جذبات بیدار ہوتے ہیں۔ انسان اپنی زندگی میں بہت سی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ انسان پنے اندر موجود شکر گزاری کے اس فطری جذبے کی آواز کو سنے اور ان نعمتوں کے عطا کرنے والے رب کو پہچان کر اس کا شکر گزار بندہ بنے۔ لیکن اپنے جیسے انسانوں کے چھوٹے چھوٹے احسانات پر ان کا شکریہ ادا کرنے والا انسان اپنے رب کا شکر ادا کرنے پر تیار نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر انسان کو اللہ کی نعمتوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہی ہے کہ انسان کو اللہ کا شکر گزار بندہ بننے کی راہ پر لایا جائے۔ اس آیت میں مردہ زمین کو زندہ کرنے، اور اس میں سے غلہ، کھجوریں، انگور اور چشمے پیدا کرنے کا ذکر کرنے کا مقصد بھی اسی فطری جذبہ شکر گزاری کو بیدار کر کے انسان کو اللہ کی بندگی اختیار کرنے کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترغیب دی جارہی ہے۔اس لیئے کہ شکر گزاری ہی بندگی کی روح ہے۔امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَوْلَمْ یَتَوَعَّدَ اللّٰهُ عَلیٰ مَعْصِیَتِهٖ لَکَانَ یَجِبُ اَلَّا یُعْصٰی شُکْراً لِنِعَمِهٖ

ترجمہ: اگراللہ نے اپنی نافرمانی پرسزا کی وعید نہ سنائی ہوتی تو بھی اس کی شکرگزاری کا تقاضا یہ تھا کہ انسان اس کی نافرمانی نہ کرے۔ (نہج البلاغہ:حکمت290)

اس سے پہلے رسالت کے بارے میں گفتگو ہورہی تھی۔اس کے بعدر بوبیت کے بارے میں گفتگو کا آغاز اس نکتہ سے کرنا کہ زمین مردہ تھی اور ہم نے اسے زندہ کیا اوراس میں سے انواع واقسام کے پھل پیدا کیئے،اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جورب مردہ زمین کو بارش سے زندہ کرتا ہے وہی رب انسانوں کے مردہ دلوں کوزندہ کرنے کے لیئے ان پروحی کے ذریعے ہدایت کا پانی برساتا ہے۔

اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوراً یَّمْشِیْ بِهٖ فِیْ النَّاسِ

ترجمہ: کیا وہ شخص جومردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کردیا اوراس کے لیئے ایک نور مقرر کردیا جس کے ذریعے وہ لوگوں میں چلتا ہے۔ (انعام:122)

سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَامِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْض

وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّالایَعْلَمُوْنَ (36)

ترجمہ: ہرعیب اورنقص سے پاک ہے وہ ذات جس نے سب جوڑے پیدا کیئے:

ان چیزوں میں سے جوزمین میں سے اگتی ہیں اورخوداں میں سے

اوران چیزوں میں سے جنہیں یہ نہیں جانتے۔

تفسیر:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جانداروں میں نر و مادہ کا علم تو سب کو ہے۔ اسی طرح بعض نباتات، مثلاً کھجور کے درخت کے بارے میں لوگوں کو معلوم تھا کہ ان میں نر و مادہ ہوتے ہیں۔ لیکن اب سائنسی تحقیقات نے اس راز کو فاش کیا ہے کہ تمام نباتات میں نر و مادہ کا جوڑا ہوتا ہے۔ بعض میں باہر اور بعض میں اندر ہی دو حصے ہوتے ہیں، ایک نر اور ایک مادہ۔ تمام نباتات میں نر و مادہ کا جوڑا ہونا زمانہ نزول قرآن میں لوگوں کو معلوم نہیں تھا لیکن آج سائنسی پیشرفت نے اس کو جان لیا ہے۔ یہ بات قرآن مجید کے کتاب اللہ ہونے کا ایک واضح ثبوت ہے۔ اس لیئے کہ جس دور میں یہ راز کسی کو معلوم نہیں تھا اس دور میں اس بات کو بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کتاب کو بھیجنے والا وہی ہے جس نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے۔

قرآن مجید نے نہ صرف یہ حقیقت بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر چودہ سو سال پہلے یہ بات بیان کر دی کہ انسانوں، جانداروں اور پودوں کے علاوہ اس نے ایسی چیزوں کے بھی جوڑے پیدا کیئے ہیں جن کے علم تک انسان ابھی رسائی حاصل نہیں کر سکا ہے۔ سورۂ ذاریات میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ

ترجمہ: اور ہم نے ہر چیز میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (ذاریات:49)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز زوجیت کے اصول پر مبنی ہے اور کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو اپنے زوج یعنی جوڑے کے بغیر اپنے وجود کو برقرار رکھ سکتی ہو۔ لیکن اللہ جس نے ہر چیز کو جوڑے کا محتاج پیدا کیا وہ خود اس بات سے پاکیزہ اور بلند و برتر ہے کہ اس کا کوئی جوڑا کوئی زوجہ، کوئی شریک یا ہمسر ہو۔

اس کے ہر نقص و عیب سے پاک اور منزہ ہونے کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ اس بات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے بھی پاک اور منزہ ہے کہ وہ انسانوں کو پیدا کرے، ان کے اندر مرتبہ کمال تک پہنچنے کی آرزو اور جستجو رکھے اور پھر حقیقی کمال تک پہنچنے کے لیئے ان کی رہنمائی کے لیئے نبوت اور رسالت کا انتظام نہ کرے۔ بالفاظ دیگر، یہ رسالت اور نبوت جس پر مشرکین اور کفار حیرت کا اظہار کر رہے ہیں، اس کو ایک عجیب بات قرار دیتے ہیں، اس کا مذاق اڑاتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کاملہ کا تقاضا ہے۔ اگر رسالت نہ ہوتو انسان کی تخلیق ایک بے معنی، لغو اور عبث کام ہوتا جبکہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے لغو اور عبث کام سے منزہ اور پاک ہے۔

وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُم مُّظْلِمُونَ (37)

ترجمہ: اور ان کے لیئے (ہماری ربوبیت کی) ایک نشانی رات بھی ہے

جس میں سے ہم دن کو نکال لیتے ہیں تو وہ یکا یک تاریکی میں ڈوب جاتے ہیں۔

تفسیر:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی دوسری نشانی کا ذکر کیا جارہا ہے جو رات ہے۔ رات اور دن دو حالتیں ہیں جو ہر وقت ہمارے کرہ ارض پر موجود رہتی ہیں۔ زمین کا جو نصف حصہ سورج کے سامنے ہوتا ہے وہاں دن ہوتا ہے اور دوسری طرف رات ہوتی ہے۔ جس طرح زمین مردہ تھی پھر اللہ نے اس میں زندگی پیدا کی، پھر وہ خزاں میں مردہ ہوجاتی ہے اور بہار میں پھر زندہ ہوجاتی ہے اور یہ تسلسل جاری رہتا ہے اسی طرح زمین پر رات تھی، اللہ تعالیٰ نے سورج کو پیدا کر کے زمین کو تاریکی سے نکالا اور رات کو دن کا لباس پہنایا، پھر وہ اس سے دن کا لباس اتار لیتا ہے تو لوگ ایک بار پھر تاریکی میں ڈوب جاتے ہیں۔ دن اور رات کا اس طرح مسلسل ایک دوسرے کے بعد آنا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ اگر مسلسل دن ہوتو زندگی ناممکن ہو جائے اور اگر مسلسل رات ہوتو بھی زندگی ناممکن۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

صرف یہی نہیں بلکہ دن اور رات کا دورانیہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ ربوبیت کی نشانی ہے۔زمین اپنے محور کے گرد ایک ہزار چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کرتی ہے۔اگر یہ رفتار دس گنا (دس ہزار چار سو میل فی گھنٹہ) ہو جائے تو چوبیس گھنٹے کا دن (دن رات کا مجموعہ) دو گھنٹے چوبیس منٹ کا رہ جائے جن میں سے ایک گھنٹہ بارہ منٹ کا دن اور اتنی ہی رات ہوگی۔اس چھوٹے سے دن میں انسان کام کیا کرے گا اور اس مختصر سی رات میں آرام کیا کرے گا۔اس کے برعکس اگر زمین کی اپنے محور کے گرد گردش کی رفتار موجود رفتار کا دسواں حصہ (ایک سو چار میل فی گھنٹہ) ہو جائے تو چوبیس گھنٹے کا دن، دو سو چالیس گھنٹے کا ہو جائے گا جس میں ایک سو بیس گھنٹے کا دن اور ایک سو بیس گھنٹے کی رات ہوگی۔ایک سو بیس گھنٹے کے دن میں زمین کا جو حصہ سورج کے سامنے ہوگا وہاں ہر چیز جل کر راکھ ہو جائے اور زندگی کا خاتمہ ہو جائے اور دوسرا حصہ جس پر ایک سو بیس گھنٹے کی رات ہوگی، وہاں طویل رات کی خنکی ہر چیز کو منجمد کر دے گی اور زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اس طرح ہمارے کرہ ارض پر موجود دن اور رات کا معتدل نظام، جو ہماری زندگی کے تقاضوں کے ساتھ پوری طرح ہم آہنگ ہے، اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ ربوبیت کی نشانی ہے۔

وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا، ذَالِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ. (38)

ترجمہ: اور سورج اپنے مستقر کی طرف چلتا جا رہا ہے یہ عزیز وعلیم (اللہ) کی تقدیر ہے۔

تفسیر:

مستقر مصدر بھی ہوسکتا ہے اور اسم زمان یا اسم مکان بھی۔مصدر ہونے کی صورت میں اس کے معنی ہوں گے قرار حاصل کرنا اور ٹھہر جانا۔اگر یہ اسم زمان ہو تو اس کے معنی ہوں گے ٹھہر جانے کا وقت۔اگر یہ اسم مکان ہو تو اس کے معنی ہوں گے ٹھہر جانے کی جگہ۔یہاں پر یہ تینوں معنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مراد ہیں اوراس آیت کے معنی یہ ہیں سورج اپنی حرکت جاری رکھے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جو ٹھہرنا مقرر کر دیا ہے وہ رونما ہو جائے، اور وہ اپنی حرکت ختم کر کے رک جائے اور ٹھہر جائے۔اسی طرح یہ ٹھہر جانا اس وقت رونما ہوگا جو اللہ نے مقرر کر رکھا ہے اور سورج اس جگہ جا کر ٹھہرے گا جو اللہ نے اس کے ٹھہرنے کے لیئے مقرر کر رکھی ہے۔بالفاظ دیگر اس آیت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ نظام کائنات دائمی اور ابدی نہیں ہے بلکہ اس کا رک جانا اور ٹھہر جانا طے ہو چکا ہے اور اس کے ٹھہر جانے کا وقت اور مقام بھی مقرر ہو چکا ہے۔نہ اس کا یہ چلنا ہمیشہ جاری رہے گا اور نہ ہی اپنے مقررہ وقت اور مقام کے علاوہ کسی اور وقت یا جگہ پر جا کر رکے گا۔

سورج کی تخلیق، اس کی حرکت اور اس کے استقرار کی تمام جزئیات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے جو عزیز بھی ہے اور علیم بھی۔جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے عزیز کے معنی ہیں غالب۔ مطلب یہ کہ اللہ نے سورج، اس کی حرکت اور استقرار کے بارے میں جو بھی منصوبہ بندی کی ہے وہ پوری طرح نافذ ہے اس لیئے کہ کوئی طاقت اس کے کسی منصوبے یا ارادے پر غالب نہیں آسکتی۔وہ اپنے اس منصوبے پر کامیابی اور غلبہ کے ساتھ عمل کر کے رہے گا۔وہ صرف عزیز یعنی غالب ہی نہیں بلکہ علیم بھی ہے، اس کا فیصلہ مکمل طور پر علم پر مبنی ہے، ایسا کامل علم جس میں کسی قسم کی کمی، نقص یا نارسائی کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔اس طرح سورج، اس کی حرکت اور اس کا استقرار اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی تیسری دلیل اور نشانی ہے جو یہاں بیان کی گئی ہے۔

سوال: بعض اوقات یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ سائنس کہتی ہے کہ سورج حرکت نہیں کرتا بلکہ سورج ساکن ہے (The Sun is stationary) اور زمین اس کے گرد حرکت کرتی ہے۔جب کہ یہ آیت کہہ رہی ہے کہ سورج حرکت کر رہا ہے۔کیا یہ بات سائنسی حقائق کے خلاف نہیں ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ سب سے پہلے حرکت کی تعریف پر نظر ڈالیں۔فزکس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں حرکت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ اگر کوئی جسم اپنے اردگرد کی چیزوں کی نسبت سے اپنی جگہ تبدیل کر رہا ہو تو وہ حرکت میں ہوگا اور اگر کوئی جسم اپنے اردگرد کی چیزوں کی نسبت سے اپنی جگہ تبدیل نہیں کر رہا تو وہ ساکن ہوگا۔

اس تعریف کی رو سے یہ بات بالکل ممکن ہے کہ ایک جسم ایک لحاظ سے حرکت کر رہا ہو اور ایک لحاظ سے ساکن ہو۔ مثال کے طور پر اگر آپ بس یا ٹرین میں اپنی نشست پر بیٹھے ہوئے سفر کر رہے ہیں تو بس یا ٹرین کے اندر کی چیزوں کے حوالے سے آپ ساکن ہوں گے لیکن باہر کی چیزوں کے لحاظ سے آپ حرکت میں ہوں گے۔ اسی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے نظام شمسی پر غور کرتے ہیں اور سورج کی حرکت اور سکون کو سمجھتے ہیں۔

ہمارا نظام شمسی ایک سورج، آٹھ سیاروں اور ان کے تابع سیاروں کا مجموعہ ہے۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ سورج اس نظام کا مرکز ہے اور آٹھ سیارے آٹھ دائروں میں اس کے گرد مصروف گردش ہیں۔ ان کے نام ترتیب وار اس طرح ہیں:

1۔عطارد (Mercury) 2 ۔زہرہ (Venus)3۔زمین (Earth)۔
4۔مریخ(Mars)5۔مشتری (Jupiter)۔6 ۔زحل(Saturn)7۔یورینس (Uranus)۔ 8 نیپچون (Naptune)۔1

---

1 1930 میں سائنس دانوں نے نواں سیارہ بھی دریافت کیا جسے انہوں نے پلوٹو کا نام دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کی خصوصیات نظام شمسی کے سیاروں سے بہت مختلف ہیں۔ مزید تحقیقات کے نتیجہ میں معلوم ہوا کہ وہ ہمارے نظام شمسی کا سیارہ نہیں بلکہ نیپچون سے پرے موجود سرد تودوں میں سے ایک تودہ ہے جنہیں ماہرین نے ٹرانس نیپچونین آبجیکٹس (Trans Neptunian Objects) کا نام دے رکھا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان سیاروں میں سے دو یعنی عطارد اور زہرہ کے سوا ہر ایک کے ذیلی سیارے ہیں جنہیں ان کے چاند کہا جاتا ہے۔ان کی تعداد اس طرح ہے:

زمین کا ایک چاند، مریخ کے دو چاند، مشتری کے تریسٹھ چاند، زحل کے باسٹھ چاند، یورینس کے ستائیس چاند، نیپچون کے تیرہ چاند۔اس طرح ہمارے نظام شمسی میں چاندوں کی کل تعداد 168 ہے۔آٹھ سیارے اور سورج بھی شامل کر لیں تو ہمارے نظام شمسی کے خاندان کے افراد کی کل تعداد 177 ہو جاتی ہے۔ اس نظام شمسی میں سورج کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔سب سیارے سورج کے گرد گردش میں ہیں اور ان سب کے تابع سیارے یعنی ان کے چاند ان کے گرد گردش میں مصروف ہیں۔لیکن سورج ان میں سے کسی کے گرد گردش نہیں کرتا اگر چہ دیکھنے میں ایسا لگتا ہے کہ سورج زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔لہٰذا جب کہا جاتا ہے کہ سورج ساکن ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے سیاروں اور ان کے تابع سیاروں کی نسبت ساکن ہے۔لیکن یہی سورج اپنے پورے خاندان یعنی آٹھ سیاروں اور ایک سو اٹھاسٹھ (168) چاندوں سمیت بیس کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے اپنی کہکشاں ملکی وے (Milky Way) میں موجود ایک اور ستارے ویگا (Vega) کے نزدیک ایک مقام کی طرف رواں دواں ہے جسے سائنس دان سولر ایپکس (Solar apex) کا نام دیتے ہیں جس کا مطلب ہے سورج کی آرامگاہ یا سورج کا مستقر۔قرآن نے آج سے چودہ سو سال پہلے سورج کی حرکت اور اس کے مستقر کا بتا دیا۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (39)

ترجمہ: اور ہم نے چاند کی منازل مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ پلٹ کر کھجور کی خشک ٹہنی کی مانند ہو گیا۔

تفسیر:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ کی ربوبیت کی ایک اورنشانی چاند ہے۔ چاند ہمارے نظام شمسی کا حصہ اور ہماری زمین کا تابع سیارہ ہے جوسورج کی روشنی کو منعکس کر کے اہل زمین کی راتوں میں روشنی بکھیرتا ہے۔ پہلے دن اس کا بہت مختصر سا حصہ سورج کے سامنے ہوتا ہے۔ پھر ہر روز اس کے روشن حصے میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ بدر یعنی ماہ کامل (چودھویں کا چاند) بن جاتا ہے۔اس کے بعد پھر اس کا روشن حصہ کم ہونا شروع ہوجاتا ہے یہاں تک کہ گھٹتے گھٹتے پھر کھجور کی خشک ٹہنی کی طرح ہوجاتا ہے۔

چاند کی آخری شکل کو کھجور کی خشک ٹہنی العرجون القدیم سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کھجور کی درخت کی نرم ونازک ٹہنی پر جب کھجور کے گچھے لگتے ہیں تو وہ جھک کر ہلال کی شکل کی مانند ہوجاتی ہے۔ جب وہ خشک ہوجاتی ہے تو اس کا رنگ بھی زرد ہوجاتا ہے اور دیکھنے میں آخری رات کے چاند کی مانند نظر آتی ہے۔

چاند کی ہر روز کی حالت کو اس کی منزل کہا جاتا ہے۔ چاند کی انہی منازل سے قمری مہینوں کا تعین ہوتا ہے جن میں رمضان اور حج کے مہینے نمایاں ہیں۔ نیز چاند کے گھٹنے بڑھنے کا سمندر کے مدوجزر سے براہ راست تعلق ہے۔ان سب کے ہماری زمین اور زمین پر موجود زندگی پر گہرے اثرات ہوتے ہیں۔ چاند کی یہ منازل بھی اسی عزیز اور علیم رب نے مقرر کی ہیں جس نے سورج کی حرکت اور اس کے استقرار کے نظام کو مقرر فرمایا ہے۔

اھم نکتہ:

اگر انسان منازلِ قمر کے علم میں اتنی پیشرفت اور ترقی کرلے کہ اسے پہلے سے اس بات کا یقینی علم حاصل ہوجائے کہ چاند کس دن طلوع ہوگا تو ایسی صورت میں رمضان، عید اور حج کے لیئے چاند دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ ماہرین کی پیشین گوئی چاند دیکھنے والے کی گواہی کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرح معتبر ہوگی۔حقیقت یہ ہے کہ سائنسدانوں نے اس علم میں یہ مہارت حاصل کر لی ہے۔ناسا کی ویب سائیٹ پر اگلے ہزار سال کے چاند گرہن اور سورج گرہن کی دقیق پیشین گوئیاں اس بات کا کھلا ثبوت ہیں۔ہمارے ملک میں ہر سال رمضان المبارک اور عیدالفطر کے چاند کی رؤیت ایک گھمبیر مسئلہ بن جاتا ہے۔اس سلسلے میں سائنس کی خدمات لے کر یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیئے حل کیا جا سکتا ہے اور شریعت کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔جاہل مولوی ضرور اعتراض کریں گے مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی پرواہ نہ کی جائے۔ان کی جہالتوں کو اہمیت دے کر مسلمان پہلے ہی بہت نقصان اٹھا چکے ہیں۔

لاَالشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَا اَنْ تُدْ رِكَ الْقَمَرَ وَلاَ اللَّيْلُ

سَابِقُ النَّهَارِ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَسْبَحُوْنَ (40)

ترجمہ: نہ سورج کی مجال ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے اور سب فلک میں تیر رہے ہیں۔

تفسیر:

فلک مدار کو کہتے ہیں۔سورج، چاند، ستارے اور کہکشانیں، ان میں سے ہر ایک اپنے مدار پر حرکت کر رہا ہے۔یہ ممکن نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اپنا راستہ اور اپنا مدار چھوڑ کر کسی دوسرے کے راستے اور مدار پر آ جائے۔سورج اور چاند اپنے اپنے راستے، اپنے اپنے مدار پر چل رہے ہیں۔یہ ممکن نہیں ہے کہ سورج کبھی چاند کو پکڑ لے، یا اس کی حرکت میں خلل پیدا کر دے۔جب سے انسان نظامِ شمسی کا مشاہدہ کر رہا ہے ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ سورج یا چاند میں سے کوئی ایک غلطی سے اپنے مدار سے ہٹ کر دوسرے کے مدار پر آ گیا ہو اور چاند اور سورج ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسی طرح دن کے پیچھے رات کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔اس میں بھی کبھی رخنہ نہیں پڑا۔آج تک ایسا نہیں ہوا کہ ایک رات ختم ہونے کے بعد دن طلوع ہونے کی بجائے غلطی سے پھر رات طلوع ہوگئی ہو اور رات کے بعد دن ہونے کی بجائے پھر رات آ گئی ہو۔آج تک ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ دو راتیں اکٹھی ہوگئی ہوں یا دو دن اکٹھے ہو گئے ہوں۔ ہر رات اور ہر دن اپنے ہی وقت پر ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔کائنات کا یہ انتہائی دقیق اور لطیف نظم اس بات کی دلیل ہے کہ اس کائنات کا ایک حکیم، عزیز اور علیم رب ہے جو اس کے نظام کو چلا رہا ہے۔

یَسْبَحُوْنَ : سورج، چاند، ستاروں اور سیاروں کی اس حرکت کے لیئے یَسْبَحُوْنَ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مصدر سباحہ ہے۔سباحہ عربی میں تیرا کی کو کہتے ہیں۔تیرنا عام حرکت سے بالکل مختلف اور لطیف حرکت ہوتی ہے۔یہاں یَسْبَحُوْنَ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو عربی لغت کے اعتبار سے صاحب عقل وشعور موجودات کے لیئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ استعمال کر کے عقل انسانی کو اس حرکت کے پس پردہ محرک قوت کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے۔اسے بتایا جا رہا ہے کہ یہ سب موجودات خود تو عقل وشعور نہیں رکھتے ہیں لیکن انتہائی اعلیٰ درجہ کے صاحب عقل وشعور موجودات کی طرح انتہائی منظّم انداز میں اپنے راستے پر ایک لطیف حرکت کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ان کی یہ منظّم حرکت ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ایک لامحدود اور آگاہ قوت ان کو چلا رہی ہے۔اور وہ طاقت اللہ کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتی۔

وَ آيَةٌ لَّهم انَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِيْ الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنَ (41)

ترجمہ: اوران کے لیئے ایک اورنشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی ذریت کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تفسیر:

فُلُک کشتی کو کہتے ہیں اور مشحون کے معنی ہیں بھری ہوئی۔اس طرح فلک مشحون کے معنی ہوں گے''بھری ہوئی کشتی''۔قرآن مجید میں یہ الفاظ تین مرتبہ استعمال ہوئے ہیں۔ایک یہاں، ایک بار سورۂ شعراء کی آیت 119 میں جہاں یہ کہا گیا ہے کہ ہم نے نوح اوران پر ایمان لانے والوں کو فلکِ مشحون یعنی بھری ہوئی کشتی میں نجات دی۔تیسری مرتبہ اس کا ذکر سورۂ صافات کی آیت 140 میں کیا گیا جہاں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا کہ وہ فلکِ مشحون یعنی بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ گئے۔

زیر بحث آیت میں اللہ تعالیٰ مشرکین مکہ اور قیامت تک آنے والے تمام انسانوں سے یہ فرمارہا ہے کہ ان کے لیئے ہماری ربوبیت کی ایک اورنشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی ذریت کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔یہاں بھری ہوئی کشتی سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔اس لیئے کہ نزول قرآن کے وقت روئے زمین پر جتنے انسان آباد تھے اور اس وقت سے لے کر قیامت تک جتنے انسان آئیں گے وہ سب ان لوگوں کی ذریت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کشتی نوح میں سوار کر کے طوفان میں ہلاک ہونے سے بچا لیا تھا۔یہاں یہ سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ جو لوگ نزول قرآن کے وقت دنیا میں موجود تھے اور قیامت تک اس دنیا میں آتے رہیں گے وہ خود تو حضرت نوح کی کشتی میں سوار نہیں تھے۔پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کی ذریت کشتی میں سوار ہوئی ہو۔اس وقت دراصل ان کے آباء واجداد اس کشتی میں سوار تھے۔اس اعتراض سے بچنے کے لیئے بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں ذریت سے مراد آباء واجداد ہیں۔لیکن ظاہر سی بات ہے کہ ذریت سے آباواجداد مراد لینا کسی بھی لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔یہاں ذریت سے مراد وہ خود ہیں جو طوفان نوح کے وقت ذریت کی صورت میں اپنے اجداد کی اصلاب میں موجود تھے۔بالفاظ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیگر اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ جب یہ اپنے اجداد کی صلب میں ذریت کی حالت میں تھے اس وقت ہم نے انہیں بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر اس طرح بیان فرمایا ہے:

اِنَّا لَمَّا طَغَی الْمَاءُ حَمَلْنَا کُمْ فِیْ الْجَارِیَۃِ

''جب پانی میں طغیانی آ گئی تو ہم نے تمھیں کشتی میں سوار کیا''۔(الحاقہ:12)

یہ ایسا ہی ہے جس طرح آدم علیہ السلام کی خلقت کو سب انسانوں کی خلقت کہا گیا:

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا کُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَا کُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلاَ ئِکَۃِ اسْجُدُ وْا لِآدَمَ

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے تمھیں پیدا کیا، پھر تمہاری صورت بنائی

پھر فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو۔(اعراف:11)

پس جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت تمام انسانوں کی خلقت تھی اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار افراد کی نجات ان سب لوگوں کی نجات تھی جو ان کی ذریت اور نسل سے قیامت تک پیدا ہونے تھے۔

وَخَلَقْنَا لَھُمْ مِنْ مِّثْلِہٖ مَا یَرْکَبُوْنَ(42) **وَاِنْ نَشَاءُ نُغْرِقْھُمْ فَلاَ صَرِیْخَ لَھُمْ وَلاَ ھُمْ یُنْقَذُوْنَ** (43) **اِلَّا رَحْمَۃً مِنَّا وَ مَتَا عاً اِلیٰ حِیْنٍ** (44)

ترجمہ: اور ہم نے ان کے لیئے اس جیسی کشتیاں بنائیں جن پر وہ سواری کرتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں اور پھر کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ ہو اور نہ ہی انہیں نجات دی جا سکے،مگر یہ کہ ہماری طرف سے رحمت ہو اور ہم کچھ مدت تک انہیں متاعِ زندگی سے بہرہ مند کر دیں۔

تفسیر:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی حضرت نوح علیہ السلام نے خود بنائی تھی۔ دوسری تمام قسم کی کشتیاں جن پر انسان دریائی اور سمندری سفر کرتے ہیں وہ بھی انسان کی بنائی ہوئی ہوتی ہیں۔لیکن چونکہ انسان اور انسان کے ہر فعل کا حقیقی خالق اللہ تعالیٰ ہے اس لیئے کہا جا رہا ہے کہ وہ کشتی اور اس جیسی دوسری کشتیاں ہم نے پیدا کیں۔ اگر یہ کشتیاں دریا اور سمندر میں آرام وسکون سے محوخرام ہیں تو صرف اللہ کی رحمت کی بدولت۔ وہ ہواؤں کو یا پانی کو حکم دے کر ان میں طغیانی برپا کردے تو پھر سمندر اور دریا میں کوئی کشتی نہیں چلے گی۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (45)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ تمہارے آگے اور جو کچھ تمہارے پیچھے ہے اس کے بارے میں تقویٰ اختیار کرو، شاید تم پر رحم کیا جائے۔

تفسیر:

جو کچھ سامنے ہے اس کے بارے میں تقویٰ اختیار کرنے سے مراد یہ ہے کہ اب سے مرنے تک مستقبل کے تمام مراحل میں تقویٰ اختیار کرو، عالم برزخ اور عالم آخرت کی طرف اور ان کی مشکل منازل کو مدنظر رکھتے ہوئے تقویٰ کی زندگی اختیار کرو۔اور جو کچھ پیچھے ہے اس کے بارے میں تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ ماضی میں جو گناہ کرتے رہے ہو ان سے توبہ کرو، ان پر اللہ سے معافی مانگو تاکہ اس کے عذاب سے محفوظ ہوسکو۔انسان کی نجات اور فلاح کا دارومدار اس بات پر ہے کہ انسان مستقل طور پر اپنے اعمال پر نظر رکھے۔ ماضی میں جو کوتاہیاں سرزد ہوچکی ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ان پر توبہ واستغفار کرے اور حال و مستقبل میں ہر کام کو انجام دیتے وقت یہ دیکھے کہ یہ عمل آخرت میں اس کے کام آئے گا یا اس کے لیئے وبال بنے گا۔جس شخص کی یہ کیفیت ہو وہی حقیقی مؤمن ہوتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

اَلْمُؤْمِنُ بَیْنَ الْمَخَافَتَیْنِ ذَنْبٍ قَدْ مَضیٰ لا یَدْرِیْ مَا صَنَعَ اللّٰهُ فِیْهِ

وَ عُمْرٌ قَدْ بَقِیَ لایَدْرِیْ مَایَکْتَسِبُ فِیْهِ مِنَ الْمَهَالِکِ ،

فَهُوَ لا یُصْبِحُ اِلَّا خَائِفاً وَ لا یُصْلِحُهٗ اِلَّا الْخَوْفُ

ترجمہ: مومن دو خوفوں کے درمیان رہتا ہے، اس گناہ کا خوف جو وہ کر چکا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اللہ نے اس کے بارے میں کیا فیصلہ کیا اور کچھ عمر جو باقی بچی ہے اور اسے معلوم نہیں اس میں وہ کون سے ہلاک کر دینے والے کاموں کا ارتکاب کرے گا۔ لہٰذا وہ خوف ہی کی حالت میں رہتا ہے اور خوف ہی اس کی اصلاح کرتا ہے۔ (اصول کافی 71:2)

یہاں ایک نکتہ انتہائی اہم ہے۔ اس سے پہلی آیت میں یہ بتایا گیا کہ اگر اللہ چاہے تو تم کو غرق کر دے اور اس صورت میں صرف ایک چیز تمہیں بچا سکے گی اور وہ ہے اللہ کی رحمت۔ اس آیت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ رحمت آئے گی کہاں سے؟ اس کو واضح کرنے کے لیئے کہا جا رہا ہے کہ تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تقویٰ ہی اللہ کی رحمت حاصل کرنے کا راستہ ہے۔ یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو رحمت کی یقین دہانی نہیں کرائی جا رہی بلکہ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْن (شاید تم پر رحم کیا جائے) کہہ کر رحمت کی امید دلائی جا رہی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص تقویٰ کے راستے پر نہ ہو وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہوتا ہے اور اس پر رحمت کی کوئی امید بھی نہیں ہو سکتی۔ اس بات کو ایک مقام پر اس طرح بیان کیا گیا ہے:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ

ترجمہ: یقیناً اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہوتی ہے (اعراف:56)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دنیا کا ہر انسان اپنی زندگی کے ہر معاملے میں اللہ کی رحمت کا محتاج اور طلبگار رہوتا ہے۔
یہاں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ اگر انسان اپنی زندگی میں تقویٰ اور نیکوکاری کی روش اختیار کرے تو اللہ کی رحمت اس سے قریب ہو جاتی ہے۔اس کے لیئے ضروری ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی آیات کو دل کی گہرائی سے تسلیم کرے اور عملی زندگی میں ان آیات میں دی گئی ہدایات پر عمل کرے۔لیکن ان کفار کی حالت اس کے بالکل برعکس یہ تھی کہ اللہ کی آیات پر ایمان لانے اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی بجائے:

وَمَا تَاتِيْهِمْ آيَةٌ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ(46)

ترجمہ: ان کے پاس ان کے رب کی آیات میں سے جو آیت بھی آتی ہے

یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

تفسیر:

اللہ کی آیات پر ایمان لانے والوں اور اللہ کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنے والوں کے لیئے تو اللہ کی رحمت ہوتی ہے لیکن جو اللہ کی آیات سے منہ موڑ کر اپنے آپ کو اللہ کی رحمت سے محروم کر لیتے ہیں وہ اللہ کی آیات پر بھی ظلم کرتے ہیں اور اپنے اوپر بھی ظلم کرتے ہیں:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا

وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ (کہف:57)

ترجمہ: اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی گئی اور اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اسے بھول گیا۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی آیات پر ایمان لانے اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی بجائے ان سے منہ پھیر لینا ظلم کی بدترین قسم میں آتا ہے۔اسی لیئے یہاں اظلم کا لفظ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

استعمال ہوا ہے جوظلم کی آخری حداور انتہائی شکل کو ظاہر کرتا ہےاور ظالم کا انجام اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے:

اَلا لَعۡنَتُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيۡنَ

ترجمہ: خبردار، ظالموں پر اللہ کی لعنت ہوا کرتی ہے (ہود:18)

جب ظالم پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے تو **اظلم** اس سے کہیں زیادہ اللہ کی لعنت کی زد میں آئے گا۔

پس جو لوگ اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال اور آخرت سے خائف رہتے ہیں ان کے لیئے اللہ کی رحمت کی امید ہے جبکہ آگے بھیجے ہوئے اعمال کو بھول کر اللہ کی آیات سے منہ موڑ نے والے کو لعنت کی خبر دی جارہی ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس آیت میں جن لوگوں کا ذکر ہورہا ہے وہ صرف زمانہ رسول کے کفار نہیں ہیں۔ بہت سے مسلمان بھی، جو اپنے مادی مفادات ،نفسانی خواہشات یا فرقہ وارانہ نظریات کے اسیر ہوتے ہیں ان میں بھی یہ رویہ دیکھا گیا ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو اپنے مادی مفادات، خواہشات یا خلافِ قرآن نظریات و عقائد وفتاویٰ کو چھوڑنے کی بجائے ان پر ڈٹے رہتے ہیں اور اللہ کی آیات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے حقیقی مؤمنین کی ایک نشانی یہ بتائی ہے:

وَاِذَ ا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ آيَاتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَاناً (انفال:2)

ترجمہ: جب انہیں اللہ کی آیات سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوجاتا ہے

☆ ☆ ☆

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ آمَنُوۡا اَنُطۡعِمُ مَنۡ لَّوۡ يَشَاءُ اللّٰهُ اَطۡعَمَهٗۤ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِيۡ ضَلالٍ مُّبِيۡنٍ(47)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترجمہ : اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اس میں سے انفاق کرو تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ ان لوگوں سے جو ایمان لائے، یہ کہتے ہیں: ''کیا ہم ان لوگوں کو کھانا کھلائیں جنہیں اللہ چاہتا تو خود ہی کھلا دیتا، تم تو بس کھلی ہوئی گمراہی میں ہو۔''

تفسیر:

تنگدستی اور خوشحالی دونوں اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے۔لیکن ان کفار نے اس حقیقت کو سمجھنے کی بجائے یہ فرض کرلیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو فقیر اور نادار بنایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے فقیر اور نادار ہی دیکھنا چاہتا ہے، لہٰذا ایسے لوگوں کی حالت کو بہتر کرنے کی کوشش کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت کی خلاف ورزی اور کھلی گمراہی ہے۔اگر اللہ تعالیٰ انہیں خوشحال، آسودہ اور کھاتا پیتا دیکھنا چاہتا تو خود ہی ان کو وافر وسائل عطا فرما دیتا۔اگر اللہ ان فقراء و مساکین کو کھانا کھلانا چاہتا تو خود ہی کھلا دیتا۔اب جنہیں اللہ نہیں کھلانا چاہتا ہم انہیں کیوں کھلائیں۔

یہاں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ اس آیت میں جن کفار کا ذکر کیا جارہا ہے وہ اللہ کو بھی مانتے تھے اور اس کے رازق ہونے کو بھی مانتے تھے۔لیکن اللہ کے اس حکم کو ماننے کے لیئے تیار نہ تھے کہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے فقراء و مساکین کو کھانا کھلائیں۔

درحقیقت ان کفار نے اللہ تعالیٰ کی تکوینی اور تشریعی مشیت کے فرق کو سمجھے بغیر یہ سمجھ لیا کہ جو کچھ بھی دنیا میں ہورہا ہے وہ سب اللہ کی مرضی سے ہورہا ہے اور اللہ اس پر راضی ہے۔لہٰذا وہ اپنے شرک کی توجیہ بھی اسی بنیاد پر کرتے ہوئے کہتے تھے:

لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْ نَاهُمْ

ترجمہ: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان (بتوں) کی پرستش نہ کرتے۔(زخرف:20)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یعنی ہمارا ان بتوں کی پرستش کرنا اسی صورت میں ممکن ہوا ہے کہ اللہ نے ایسا چاہا ہے، اگر وہ نہ چاہے تو ہماری کیا مجال کہ ہم اس کی مرضی کے خلاف کسی کی عبادت کرتے۔

توحید سے متعلق بحث کو مکمل کرنے کے بعد اب آیت 48-65 میں قیامت اور آخرت کے بارے میں گفتگو کی جارہی ہے۔

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ(48)

ترجمہ : اور یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟

تفسیر:

مشرکین مکہ یہ کہتے تھے کہ اگر تم سچ کہتے ہو کہ کوئی قیامت ہے، کوئی آخرت، کوئی حساب و کتاب اور سزا و جزا ہے تو یہ بتاؤ کہ یہ قیامت کب، کس دن، کس تاریخ کو آئے گی؟ گویا ان کا خیال تھا کہ انسان جن چیزوں کے وقوع پذیر ہونے پر ایمان رکھتا ہو تو ضروری ہے کہ ان کے وقوع پذیر ہونے کے وقت کا بھی علم رکھتا ہو۔لیکن ظاہر سی بات ہے کہ ان کا یہ خیال سراسر غلط اور ان کی یہ سوچ غیر منطقی تھی۔ ہر انسان یہ جانتا ہے کہ اسے ایک دن مرنا ہے۔لیکن کیا کوئی انسان یہ بتا سکتا ہے کہ وہ کس دن مرے گا؟ اب چونکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ کب مرے گا تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس بات کا ہی انکار کردے کہ ایک دن اسے مرنا ہے۔کسی واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کے وقت کا علم نہ ہونا اس بات کی دلیل تو نہیں بن سکتا کہ سرے سے اس کا انکار کردیا جائے۔

مَايَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ(49)

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّ لَا اِلٰى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ(50)

ترجمہ: یہ تو صرف اس ایک ہی چیخ کے منتظر ہیں جو انہیں پکڑ لے گی جبکہ وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے، پھر نہ تو وہ کوئی وصیت کرسکیں گے اور نہ ہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنے خاندان کی طرف لوٹ سکیں گے۔

تفسیر:

اس سوال کا جواب دینا اہم نہیں کہ قیامت کب آئے گی۔ لہٰذا اس سوال کا جواب دینے کی بجائے اس بات پر روشنی ڈالی جارہی ہے کہ قیامت کس طرح آئے گی۔اس سلسلے میں سب سے پہلے جو بات بیان کی جارہی ہے وہ یہ کہ جس قیامت کو تم ناممکن سمجھ رہے ہو ہمارے لیئے وہ نہ صرف یہ کہ ناممکن نہیں بلکہ اسے برپا کرنا ہمارے لیئے نہایت آسان ہے۔ ہمارے لیئے یہ اس قدر آسان ہے کہ صرف ایک روزدار آواز سے ہی واقع ہوجائے گی، دوسری آواز کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔

اس سلسلے کی دوسری اہم بات یہ بیان کی جارہی ہے کہ وہ اچانک واقع ہوجائے گی جب تم اپنے روزمرہ کے معمولات میں مصروف ہوگے اور ایک دوسرے سے بحث وتکرار کررہے ہوگے۔ تمہیں اپنے معاملات کے بارے میں وصیت کرنے کی فرصت تک نہیں ملے گی نہ اپنے اہل وعیال کی طرف واپس جانے کی مہلت۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت اس طرح برپا ہوگی کہ دو آدمی اپنے درمیان کپڑا پھیلائے کھڑے ہوں گے، نہ اس کا سودا کرسکیں گے اور نہ اسے لپیٹ سکیں گے۔ قیامت اس طرح آئے گی کہ ایک شخص پانی پینے کے لیئے اپنے حوض تک آئے گا مگر پانی نہ پی سکے گا۔ اور قیامت اس طرح آئے گی کہ آدمی دودھ دوہ کر واپس آرہا ہوگا مگر اسے پی نہ سکے گا، قیامت اس طرح آئے گی کہ آدمی نوالہ اپنے منہ کی طرف لے جارہا ہوگا مگر کھا نہ سکے گا''۔ (الدرالمنثور 256:5)

☆☆☆

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَ نُفِخَ فِيْ الصُّوْرِ فَاِذَاهُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلیٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ(51)
قَالُوْا يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِ نَا، هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ(52)

ترجمہ : اورصور میں پھونکا جائے گا تو وہ یکا یک اپنی قبروں سے نکل کر تیزی سے اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ وہ کہیں گے ہائے ہماری شامت! کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے اٹھادیا، یہ وہی وعدہ ہے جو رحمٰن نے کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔

تفسیر:

یہ دوسری بار صور پھونکنے کا ذکر ہے جس کے نتیجہ میں سب مردے زندہ ہوجائیں گے۔ دنیا میں تو یہ کفار اور منکران حق قیامت اور دوبارہ زندہ کیئے جانے کا انکار کرتے تھے اور روز جزا سے غافل ہو کر اپنی جہالت اور نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگے رہتے تھے لیکن جیسے ہی قبروں سے اٹھیں گے تو اپنی ہلاکت اور بربادی کو سامنے دیکھ کر واویلا کرنے لگیں گے۔

یہاں لفظ **مرقد** استعمال ہوا ہے۔ جو اسم مکان ہے اور اس کا مصدر رقود ہے جس کے معنی سونے کے ہیں۔ اس طرح مرقد کے معنی ہوں گے سونے کی جگہ، جسے سلیس الفاظ میں خوابگاہ کہا جاسکتا ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد عالم برزخ کا زیادہ وقت ایسی حالت میں گزرے گا جو نیند کی مانند ہوگی اور جب وہ قبروں سے اٹھیں گے تو ایسا محسوس کریں گے کہ گویا کسی نے انہیں جگا کر خوابگاہ سے باہر نکال دیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت ابوذر اپنے خطبہ میں کہا کرتے تھے:

وَمَا بَيْنَ الْمَوْتِ وَ الْبَعْثِ اِلَّا كَنَوْمَةٍ نَمْتَهَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْتَ مِنْهَا

ترجمہ: موت اور قیامت کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا سونے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورسوکر اٹھنے کا درمیانی وقفہ۔ (الکافی2:134)

یہاں سے یہ بات بھی اشارۃً معلوم ہوجاتی ہے کہ عذابِ برزخ، برزخ کی ساری مدت جاری نہ رہے گا۔اس لیئے کہ عذاب کا ایک ایک لمحہ کئی سالوں پرمحیط ہوجاتا ہے۔اگروہ برزخ میں مسلسل عذاب میں ہوتے تو کبھی عقوبت خانے کو خوابگاہ نہ کہتے۔البتہ شہداء اوران سے بالاتر، انبیاء و صدیقین اوراعلیٰ پائے کے صالحین کا معاملہ مختلف ہے۔وہ برزخ میں برزخی جنت کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوں گے۔اسی طرح فرعون اوراس پائے کے باغیوں اورسرکشوں کا معاملہ بھی مختلف ہے ،وہ آخرت سے پہلے برزخ کا عذاب بھی دیکھیں گے۔ (مومن:46)

قیامت کے جس وعدے کے بارے میں دنیا میں کہتے تھے کہ **متی ھذا الوعد** ۔ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ اب اسی وعدے کو اپنی آنکھوں سے عملی جامہ پہنے دیکھیں گے تو بے ساختہ ان کی زبان سے یہ بات نکلے گی کہ یہ تو وہی قیامت ہے جس کا خدائے رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور اس کے رسولوں نے سچ کہا تھا۔

یہاں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کا ذکر اس لیئے آیا ہے کہ رحمٰن وہ ہے جس کی رحمت نیک و بد، خاص و عام سب پر ہوتی ہے۔لہٰذا یہ کفار جو دنیا میں آخرت کا انکار کرتے تھے، جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ آخرت برپا ہوچکی ہے تو اللہ تعالیٰ کے رحمٰن ہونے کو یاد کریں گے تاکہ شاید وہ ان پر رحم کرے اوران کے کفر وانکار سے عفوودرگزر کردے۔

اس کی مثالیں بعض اوقات دنیا میں بھی نظر آتی ہیں کہ جب کوئی مجرم قانون ،اخلاقیات، دین و مذہب کے سارے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کرکے جرائم کی زندگی گزاررہا ہوتا ہے اور پھر جب کسی وقت پکڑا جاتا ہے تو حکومت سے بھی رحم کی اپیل کرنے لگتا ہے، جن لوگوں پراس نے ظلم کیا ہوتا ہے ان سے بھی درخواست کرتا ہے کہ اس پر رحم کریں اوراسے معاف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کردیں۔بعینہ یہی کیفیت ان مجرموں کی ہوگی کہ جب قبروں سے اٹھیں گے اور اپنی شامت اعمال کوسامنے دیکھیں گےتو اللہ کے رحمٰن ہونے کو یاد کریں گےاوراس کی رحمت کی طرف دیکھنے لگیں گے۔

اس جملے کے بارے میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو جواب دیا جائے گا کہ جس قیامت کوتم ناممکن سمجھتے تھےاور ہمارے رسولوں کوتم جھٹلاتے تھےتو اب دیکھ لو یہ ہےوہ وعدہ جوخدائے رحمٰن نے کیا تھااوراس کے رسولوں نے بھی جوکہا تھاوہ سچ تھا۔سورہ صافات میں اس کا ذکراس انداز سے ہے:

وَ قَالُوْا یٰوَیْلَنَا ھٰذَا یُوْمُ الدِّیْنِ.ھٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ.

ترجمہ: اوروہ کہیں گے:ہائے ہماری شامت!یہ تو یوم جزا ہے۔

یہ فیصلے کا دن ہے جسےتم جھٹلاتے تھے۔ (صافات:20-21)

یعنی وہ خود یہ کہیں گے کہ یہ تو یوم جزا ہےاوران کی اس بات کے جواب میں ان سے کہا جائے گا کہ جی ہاں جناب، یہ وہی فیصلے کا دن ہے جسےتم دنیامیں جھٹلایا کرتے تھے۔

اِنْ کَا نَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَاھُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ(53)

ترجمہ: بس وہ ایک چیخ ہی ہوگی پھریکا یک وہ سب ہمارے پاس حاضر کیئے جائیں گے۔

تفسیر: سب لوگ خواہ مجرم ہوں یا فرمانبردار، اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر کیئے جائیں گے جہاں ان سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اوراس کے مطابق انہیں سزا و جزا دی جائی گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جواس دنیا میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا خالص اور مخلص بندہ بنا چکے ہوں گے وہ اس حاضری سے مستثنیٰ ہوں گے:

فَکَذَّ بُوْہُ فَاِنَّھُمْ لَمُحْضَرُوْنَ اِلَّا عِبَادَاللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: انہوں نے اسے (لوط علیہ السلام کو) جھٹلایا، پس یہ سب حاضر کیئے جائیں گے سوائے اللہ کے مخلَص بندوں کے (صافات:127-128)

اس سے یہ درس ملتا ہے کہ اگر انسان قیامت کے دن کی سختیوں سے بچنا چاہے تو اس دنیا میں اپنے آپ کو اللہ کا خالص اور مخلَص بندہ بنالے۔ یہ اگر چہ بہت مشکل اور کٹھن کام ہے لیکن قیامت کی سختیوں کے مقابلے میں یہ سختی کچھ بھی نہیں ہے۔

فَالْیَوْمَ لا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًاوَ لاتُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(54)

ترجمہ: پس آج کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا اور جو کچھ تم کرتے رہے وہی تمہیں جزادی جائے گی۔

تفسیر:

سزا دینا اس وقت ظلم ہوتا ہے جب بے گناہ کو سزادی جائے یا مجرم کو اس کے جرم سے زیادہ سزادی جائے۔لیکن جب انسان کا عمل ہی اس عمل کی سزا بن جائے تو اس صورت میں سزا کبھی بھی ظلم کے زمرے میں نہیں آتی۔ درحقیقت قیامت کے دن انسان کے گناہوں کی حقیقت ہی عذاب کی صورت میں ظاہر ہو کر ان پر مسلط ہو جائے گی۔ یہ اور بات ہے کہ اس دنیا میں ظالم اور گناہ گار انسان اپنے ظلم اور گناہ کے باطن اور حقیقت کو نہیں دیکھ پاتا اس لیئے کہ اس کی آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی ہوتی ہے۔لیکن قیامت کے دن یہ پٹی اتر جائے گی اور اسے کہا جائے گا:

لَقَدْ کُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِنْ ھٰذا فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَائَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ

ترجمہ: تم اس سے غافل تھے لیکن آج ہم نے تمہارا حجاب برطرف کردیا ہے اور تمہاری نظر تیز ہوگئی ہے۔ (ق:22)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اِنَّمَا هِیَ اَعۡمَالُکُمۡ تُرَدُّ اِ لَیۡکُمۡ

''یہ تمہارے اعمال ہی ہوں گے جو تمہیں واپس کیئے جا ئیں گے۔'' (بحار90:3)

یَوۡمَ تَجِدُ کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ مِنۡ خَیۡرٍ مُحۡضَراً

وَمَاعَمِلَتۡ مِنۡ سُوۡٓءٍ تَوُدُّ لَوۡ اَنَّ بَیۡنَهَا وَ بَیۡنَهٗ اَمَداً بَعِیۡداً (آل عمران:30)

ترجمہ: اس دن انسان اپنے کیئے ہوئے ہر اچھے عمل کو موجود پائے گا،

اور جو برا عمل اس نے کیا ہوگا اس کے بارے میں وہ آرزو کرے گا

کہ کاش اس کے اور اس عمل کے درمیان بہت طویل فاصلہ ہوتا۔

لہٰذا عقلمندی یہ ہے اور انسان کی عافیت اسی میں ہے کہ وہ حق کی مخالفت ترک کر کے اتباع حق کا راستہ اپنائے اور غفلت سے باہر نکل کر اپنی زندگی کا ہر چھوٹا بڑا کام کرتے وقت ایک لحظہ کے لیئے رک کر سوچے کہ کل جب یہی عمل اسے لوٹایا جائے گا تو کیا وہ اس کا سامنا کر سکے گا؟ ظلم کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ کسی کو اس کے حق سے کم دیا جائے۔ قیامت کے دن کسی مؤمن بندے کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی بلکہ ان کی حالت یہ ہوگی:

اِنَّ اَصۡحَابَ الۡجَنَّةِ الۡیَوۡمَ فِیۡ شُغُلٍ فَاکِهُوۡنَ(55) هُمۡ وَ اَزۡوَاجُهُمۡ فِیۡ ظِلاَلٍ عَلیٰ الۡاَرَآئِکِ مُتَّکِئُوۡنَ(56) لَهُمۡ فِیۡهَا فَاکِهَةٌ وَلَهُمۡ مَا یَدَّعُوۡنَ(57)

ترجمہ: اہل جنت آج کے دن شادمانی میں ہوں گے۔ وہ اور ان کے ساتھی

سائے میں تخت پر تکیہ لگائے ہوں گے۔ اس میں ان کے لیئے پھل ہوں گے

اور جو کچھ بھی وہ مانگیں گے وہ ان کے لیئے موجود ہوگا۔

تفسیر:

فَاکِهُوۡنَ فَاکِهٌ کی جمع ہے۔ جس کا مصدر فَکَاهَه ہے۔ فَکَاهَه اس بات چیت کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہتے ہیں جو ہنسی مزاح اور تفریح طبع کے لیئے کی جاتی ہے۔

انسان کی خوراک اور گفتگو دونوں کے دو حصے ہوتے ہیں۔خوراک کا ایک حصہ وہ ہوتا ہے جو جسم کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیئے کھایا جاتا ہے اور دوسرا وہ جو ضرورت کے لیئے نہیں بلکہ لطف ولذت کے لیئے کھایا جاتا ہے۔پھل اسی زمرے میں آتے ہیں اور عربی میں پھل کو **فاکھة** کہا جاتا ہے اور اس کی جمع فواکہ ہے۔

اسی طرح ضروری گفتگو وہ ہوتی ہے جو کسی مسئلہ کے حل کے لیئے یا کسی موضوع پر تبادلہ خیال کے لیئے کی جاتی ہے یا سیکھنے اور سکھانے کی غرض سے کی جاتی ہے۔گفتگو کی یہ قسم بعض اوقات انسان کے ذہن کو تھکا بھی دیتی ہے۔اس کے برعکس جو گفتگو ہنسی مزاح اور تفریح طبع کے لیئے ہو اسے **فِکَاھَه** کہتے ہیں۔

ازواج کا لفظ میاں بیوی کے لیئے بھی استعمال ہوتا ہے اور دوستوں کے لیئے بھی۔ بیوی کو زوجہ کہا جاتا ہے اور اس کی جمع زوجات اور ازواج ہے۔اسی طرح شوہر عورت کا زوج ہوتا ہے۔اسی طرح یہ ان دوستوں کے لیئے بھی استعمال ہوتا ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ شدید وابستگی رکھتے ہوں اور اہم معاملات میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہوں:

اُحۡشُرُوۡ ا الَّذِ یۡنَ ظَلَمُوۡا وَ اَزۡوَاجَھُمۡ وَمَا کَانُوۡا یَعۡبُدُوۡنَ .

مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَاھۡدُ وُھُمۡ اِلیٰ صِرَاطِ الۡجَحِیۡمِ .

ترجمه: جن لوگوں نے ظلم کیا انہیں اور ان کے ساتھیوں کو اور اللہ کے سوا جن کی وہ عبادت کرتے تھے،ان سب کو اکٹھا کرو اور انہیں جہنم کی راہ پر ڈال دو۔ (صافات:22-23)

ظاہر سی بات ہے کہ اس آیت میں ازواج سے مراد بیویاں یا شوہر نہیں ہیں۔اس لیئے کہ بہت سے ظالم ایسے ہوتے ہیں جن کی بیویاں ایمان والی ہوتی ہیں جیسے فرعون اور اس کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زوجہ۔اسی طرح بہت سی ظالم عورتیں بھی ایسی ہوتی ہیں جن کے شوہر مومن کامل ہوتے ہیں، جیسے حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام اور ان کی بیویاں۔ یہاں ظالموں کے ازواج سے مراد ان کے وہ پکے دوست اور ساتھی ہیں جو دنیا میں ہر ظلم وستم میں، خاص طور پر شرک میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے تھے اور ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوط کرتے تھے۔

جس طرح گمراہ لوگ اور ان کے ساتھیوں کو جہنم کی طرف روانہ کیا جائے گا، اللہ کے مومن بندوں کو جنت میں ٹھکانہ دیا جائے گا جہاں وہ ٹھنڈے سائے میں، تخت پر آمنے سامنے بیٹھے خوشی، سرور وشادمانی کی کیفیت میں ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مزاح سے بھرپور خوشحالی اور شادمانی کی زندگی بسر کر رہے ہوں گے اور انہیں مسلسل ان کے رحیم رب کی طرف سے سلامتی کی نوید سنائی جاتی رہے گی:

سَلامٌ قَوْلاً مِنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (58)

ترجمہ: ''تم پر سلامتی ہے''، یہ ربِّ رحیم کا قول ہوگا۔

تفسیر:

قیامت کے دن اللہ کے بندے جس جنت میں داخل کر خوشی، سرور اور شادمانی کی زندگی گزاریں گے اس کا نام ہی دارالسلام ہے۔ دارالسلام کے معنی ہیں سلامتی کا گھر۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَا للّٰهُ يَدْعُوْا اِلیٰ دَارِ السَّلامِ

ترجمہ: اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ (یونس:25)

اس گھر میں سوائے سلامتی کے کچھ نہیں ہوگا:

لايَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْواً وَلا تَاثِيْماً اِلَّا قِيْلاً سَلاماً سَلاماً (واقعہ:25-26)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: وہ اس میں کوئی لغو اور گناہ نہیں سنیں گے سوائے سلام سلام کے۔

جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو فرشتے ان پر سلام کر کے ان کا استقبال کریں گے:

جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيَاتِهِمْ وَالْمَلآ ئِكَةُ يَدْ خُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ. سَلامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَىٰ الدَّارِ

ترجمہ: وہ اور ان کے آباء واجداد، ان کے ازواج اور ان کی ذریت ان جنتوں میں داخل ہوں گے جہاں وہ رہیں گے، اور فرشتے تمام دروازوں سے ان پر داخل ہو کر کہیں گے: تم پر سلامتی ہو، تم نے جو صبر کیا اس کے بدلے میں کیا خوب عاقبت کا گھر پایا۔ (رعد:23-24)

اللہ کے بندے سلامتی کے گھر میں داخل ہو چکے ہوں گے، فرشتے دروازوں پر سلام کے ساتھ ان کا خیر مقدم کر چکے ہوں گے، وہاں کسی قسم کی لغویات اور ناپسندیدہ گفتگو نہیں ہوگی، ایسے میں رہ رہ کر ان کو یہ صدا آیا کرے گی کہ تمہارے رحیم رب کی طرف سے تمہارے لیئے سلامتی ہی سلامتی ہے۔

وَامْتَاَزُوْا الْيَوْمَ اَ يُّهَاالْمُجْرِمُوْنَ (59)

ترجمہ: اور اے مجرمو ! آج کے دن تم الگ ہو جاؤ۔

تفسیر:

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر فرمایا ہے کہ نیک اور بدکار ایک جیسے نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا انجام ایک جیسا ہو سکتا ہے۔ اس دنیا میں تو نیک اور بد، مومن و کافر، متقی اور مجرم ساتھ ساتھ ہوتے ہیں، اکثر اوقات ان کے درمیان امتیاز بھی نہیں ہو پاتا۔ بلکہ بعض اوقات تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ برے اور جرائم پیشہ لوگ معزز اور شریف دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں ایسا نہیں ہوگا۔ قیامت کے دن وہ مجرموں کو نیک لوگوں سے ضرور الگ کرے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گا۔اللہ کے ایک حکم سے ہی مجرم الگ ہوکر پہچانے جانے لگیں گے:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمَاهُمْ فَيُوْءُ خَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ

ترجمہ: مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے اور پیشانی کے
بالوں اور پاؤں سے پکڑے جائیں گے (رحمٰن:41)

☆☆☆

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِيْ آدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (60)

وَ اَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (61)

ترجمہ: اے بنی آدم! کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہیں کرو گے، یقیناً وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے، اور یہ کہ تم میری عبادت کرو، یہی صراطِ مستقیم ہے۔

تفسیر:

مجرموں کو الگ کرنے کے بعد ان کو سرزنش کی جارہی ہے کہ کیا میں نے تمہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم شیطان کی بندگی نہ کرنا؟ کیا تمہیں بتایا نہیں تھا کہ وہ تمہارا دشمن ہے؟ دشمن بھی ایسا کہ اس کی دشمنی ڈھکی چھپی نہیں بلکہ کھلی اور عیاں ہے۔کیا میں نے تمہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم میری بندگی کرنا؟ کیا تمہیں بتایا نہیں تھا کہ میری بندگی ہی صراطِ مستقیم ہے؟ لیکن تم نے میرے اس حکم کی نافرمانی کی اور مجرم بن گئے اور آج مجرموں کی طرح حاضر ہو گئے ہو اور اپنے کیئے کی سزا پا کر رہو گے۔

یہاں یہ سوال سامنے آ سکتا ہے کہ ہم اس دنیا میں مختلف چیزوں کی عبادت اور پرستش کرنے والے لوگوں کو دیکھتے ہیں: کوئی پتھر، لکڑی، دھات وغیرہ کے بتوں کی پرستش کرتا ہے، کوئی سورج کی پرستش کرتا ہے، کوئی آگ کی پرستش کرتا ہے، غرض یہ کہ گمراہ لوگوں کو آپ مختلف قسم کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

معبودوں کی پرستش کرتے دیکھتے ہیں لیکن آج تک کوئی شخص یا کوئی قوم ایسی نہیں دیکھی جو شیطان کی عبادت کرتی ہو۔مشرکین مکہ جن کو اس سورہ میں براہ راست توحید کی دعوت دی جارہی ہے وہ تو مختلف قسم کے بتوں لات ومنات وعزی وغیر کی پرستش کرتے تھے۔کسی نے شیطان کا کوئی مجسمہ یا بت بنا کر اس کی عبادت نہیں کی تھی۔پھر ان پر شیطان کی عبادت کی فرد جرم کیوں عائد کی جارہی ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ترک کر دیتا ہے تو وہ شیطان کی عبادت کی راہ پر آجاتا ہے،خواہ وہ زبان سے شیطان کو برا ہی کہتا ہو اور بظاہر کسی اور چیز کی عبادت کرتا ہو۔اللہ کی عبادت کے سوا جس چیز کی بھی عبادت کی جائے وہ شیطان کی ہی عبادت ہوگی۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ اَصْغیٰ اِلیٰ نَاطِقٍ فَقَدْ عَبَدَهٗ فَاِنْ کَا نَ النَّاطِقُ یُؤَدّی عَنِ اللّٰهِ عزوجل فَقَدْ عَبَدَ اللّٰهَ وَ اِنْ کَانَ النَّاطِقُ یُؤَدّیْ عَنِ الشَّیْطَانِ فَقَدْ عَبَدَ الشَّیْطَانَ (الکافی-434:6)

ترجمہ:جس نے کسی کی بات سنی اور اس پر عمل کیا اس نے اس کی عبادت کر لی،پس اگر وہ بولنے والا اللہ کی طرف سے بول رہا ہو تو اس کی بات ماننے والے نے اللہ کی عبادت کی اور اگر وہ بولنے والا شیطان کی طرف سے بول رہا ہو تو اس نے شیطان کی عبادت کی۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ ان کو بنی آدم کہہ کر مخاطب کیا جارہا ہے۔اس لیئے کہ شیطان کی دشمنی اصل میں آدم علیہ السلام سے تھی،جن کے سامنے سجدہ نہ کر کے وہ ملعون ہوا تھا۔آدم سے اس کی دشمنی ہی اصل میں بنی آدم سے اس کی دشمنی کا سبب بنی۔اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء اور رسولوں کے ذریعے آدم کی اولاد کو یہی پیغام دیا کہ:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يَا بَنِىٓ آدَمَ لا يَفۡتِنَنَّكُمُ الشَّيۡطَانُ كَمَا اَخۡرَجَ اَ بَوَيۡكُمۡ مِنَ الۡجَنَّةِ (اعراف:27)

ترجمہ: اے بنی آدم خبردار، شیطان تمہیں فتنے میں مبتلا نہ کردے، جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا تھا۔

قیامت کے دن مجرموں کو کی جانے والی اس سرزنش سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ انسان کی حیثیت بہرحال یہ ہے کہ وہ بندہ ہے۔اب بندگی کے معاملے میں اس کے سامنے دو راستے موجود ہیں: اپنے حقیقی معبود، اپنے رحمٰن و رحیم رب کی بندگی یا اپنے دشمن شیطان کی بندگی؟ اگر انسان اپنے رحمٰن اور رحیم رب کا بندہ نہیں بنتا تو لامحالہ اپنے ازلی دشمن شیطان کی بندگی اختیار کرے گا۔ رحمٰن و رحیم رب کی راہ پر نہیں چلے گا تو لامحالہ شیطان کی راہ پر ہی چلے گا۔ اگر وہ اپنے رحمٰن اور رحیم رب کی بندگی کرے گا تو اس کی نعمتوں کا مستحق ٹھہرے گا اور اگر شیطان کی بندگی کرے گا تو یقیناً اللہ کے غضب کا نشانہ بنے گا۔

زندگی کے تمام شعبوں میں شیطان کی اطاعت کو ترک کر کے اللہ کی اطاعت اور بندگی کرنا ہی صراط مستقیم ہے۔

اس بات کو سورۂ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّىۡ وَ رَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ (مریم:36)

ترجمہ: اور یقیناً اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے، پس تم اسی کی عبادت کرو، یہی صراط مستقیم ہے۔

☆☆☆

وَلَقَدۡ اَضَلَّ مِنۡكُمۡ جِبِلًّا كَثِيۡرًا اَ فَلَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡقِلُوۡنَ(62)

ترجمہ: اور اس نے تم میں سے بہت سوں کو گمراہ کردیا، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تفسیر:

اس آیت میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ شیطان جو انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے، صرف اسی صورت میں انسان کو اللہ کی بندگی کی سیدھی راہ سے گمراہ کرسکتا ہے جب وہ عقل سے کام نہ لے رہا ہو۔ جو انسان عقل سے کام لیتا ہو شیطان اسے گمراہ نہیں کرسکتا۔

علم اخلاق کے مطابق انسان میں چار قوتیں پائی جاتی ہیں:

1۔قوت عقلیہ: اس قوت کا کام اچھے برے، صحیح اور غلط، اور حق و باطل کو پہچاننا ہے۔

2۔قوت شہویہ: یہ قوت انسان کو اس کی پسندیدہ چیزوں کے حاصل کرنے کی تحریک دیتی ہے۔

3۔قوت غضبیہ: یہ قوت انسان کو ناپسندیدہ چیزوں کو دور کرنے کی تحریک فراہم کرتی ہے۔

4۔قوت عاملہ: یہ قوت مذکورہ بالا قوتوں میں سے کسی قوت کی فراہم کردہ تحریک پر عمل کرنے کی تحریک فراہم کرتی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام کا ایک ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ رَكَّبَ فِيْ الْمَلآ ئِكَةِ عَقْلاً بِلا شَهْوَةٍ وَرَكَّبَ فِيْ الْبَهَائِمِ شَهْوَةً بِلاعَقْلٍ وَ رَكَّبَ فِيْ بَنِيْ آدَمَ كِلْتَيْهِمَا،فَمَنْ غَلَبَ عَقْلُهُ شَهْوَتَهُ فَهُوَ خَيْرٌ مِنَ الْمَلآ ئِكَةِ وَمَنْ غَلَبَتْ شَهْوَتُهُ عَقْلَهُ فَهُوَ شَرٌّ مِنَ الْبَهَائِمِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا تو ان میں عقل رکھی شہوت کے بغیر، اس نے چوپایوں کو پیدا کیا تو ان میں شہوت رکھی عقل کے بغیر، اس نے انسان کو پیدا کیا اور اس میں یہ دونوں رکھ دیں۔ اب جس کی عقل اس کی شہوت پر غالب ہے وہ فرشتوں سے افضل اور جس کی شہوت اس کی عقل پر غالب ہوں وہ چوپایوں سے بھی بدتر ہے۔ (بحارالانوار-299:57)

اگر انسان کی عقل اس کی قوت شہویہ اور قوت غضبیہ پر غالب ہو تو شیطان اسے کبھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گمراہ نہیں کرسکتا۔اس کے برعکس اگراس کی شہوت یا اس کی قوت غضبیہ اس کی عقل پر غالب آجائیں تو شیطان کواس کے اندر تصرف کا موقع مل جاتا ہے۔بنیادی طور پر شیطان شہوت اور غضب کے راستے سے ہی انسان کے اندر گڑبڑ کرسکتا ہے۔

چونکہ انسانوں کی اکثریت کی نفسانی خواہشات ان کی عقل پر غالب ہوتی ہیں اوراس حدیث کی رو سے وہ چوپایوں سے بھی بدتر ہوتے ہیں لہٰذا وہ آسانی سے شیطان کے جال میں پھنس جاتے ہیں:

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ،(63) اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ(64)

ترجمہ: یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا،

اب اپنے کفر کے نتیجہ میں اس میں داخل ہو جاؤ۔

تفسیر:

چونکہ تم نے عقل سے کام نہیں لیا، اپنے دشمن کو نہیں پہچانا، عقل کی بجائے نفسانی خواہشات کی پیروی کر کے شیطان کے جال میں پھنس گئے تو اب ان سب باتوں کا نتیجہ یہ جہنم ہے جو تمہارے سامنے ہے، جس سے تمہیں مسلسل ڈرایا جاتا رہا تھا۔

کنتم توعدون ماضی استمراری (Past Continuous) کا صیغہ ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہیں ایک یا دو بار نہیں بلکہ مسلسل جہنم کے عذاب سے ڈرایا جاتا رہا تھا مگر تم تھے کہ کان دھرنے کی بجائے اور ایمان لانے کی بجائے مسلسل انکار کرتے رہے اور **متی هذا الوعد** (یہ وعدہ کب پورا ہوگا) کی رٹ لگائے رکھی۔اب یہ وہی جہنم ہے اور تمہارے کفر و انکار کی سزا کے طور پر یہی تمہارا ٹھکانا ہے۔

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ(65)

ترجمہ: آج ہم ان کے منہ پر مہر لگادیں گے اوران کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اوران کے پاؤں ان چیزوں کی گواہی دیں گے جووہ کماتے رہے۔

تفسیر:

اس دنیا میں تو ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی مجرم کوگرفتار کیا جاتا ہے اوروہ اپنے جرم کا انکار کرتا ہے تو اس پر دباؤ ڈالا جاتا ہے کہ وہ اپنے جرم کا اقرار کرے، مختلف قسم کے حربے اور ہتھکنڈے استعمال کیئے جاتے ہیں، اس پر تشدد کیا جاتا ہے تاکہ وہ منہ کھولے۔لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کوکسی مجرم کا منہ کھلوانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔لہٰذا ان کے منہ بند کردیئے جائیں گے، ان پر مہر لگادی جائے گی تاکہ وہ بولنا چاہیں بھی تو نہ بول سکیں۔بولنے کا کام ان کے اعضاء کو سونپ دیا جائے گا جن کے ذریعے وہ مختلف گناہ اور جرائم کرتے تھے۔ یہاں ہاتھ اور پاؤں کا ذکر صرف اس لیئے ہوا ہے کہ یہ کام کرنے کے دو نمایاں ترین اعضاء ہیں۔ہماری اپنی زبان میں بھی جب سست اور کاہل انسان کو کوئی کام کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اللہ نے تمہیں ہاتھ پاؤں دیئے ہیں کام کرو۔

سورۂ فصلت میں ہے کہ ان کے کان، ان کی آنکھیں اوران کی کھال بھی ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَاءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ. حَتّٰى اِذَا مَا جَآءُ وْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْ تُمْ عَلَيْنَا، قَالُوْا اَ نْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (فصلت:19-21)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: اور اس دن جب اللہ کے دشمن اکٹھے کر کے جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے اور وہ تقسیم کر دیئے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے رہے۔ وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ کہیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے گویائی دے دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی عطا کی اور اسی نے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کیا تھا اور تم اسی کی طرف لوٹائے جا رہے ہو۔

اس دنیا میں تو انسان کے اعضاء پر اس کا حکم چلتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے اس کی زبان وہی بولتی ہے، جو چاہتا ہے اس کے ہاتھ وہی کرتے ہیں، جو وہ دیکھنا چاہتا ہے اس کی آنکھیں وہی دیکھتی ہیں لیکن قیامت کے دن تو ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی حکومت ہو گی۔ ان کے ہاتھ، پاؤں، کانوں، آنکھوں اور دیگر اعضاء پر اس کی حکومت باقی نہیں رہے گی بلکہ وہ اللہ کے حکم کے پابند ہوں گے اور اللہ کی عدالت میں انسان کے اعمال کے گواہ ہوں گے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ انسان اپنی زندگی میں جو بھی کام کرے اس کام کو انجام دینے سے پہلے یہ سوچ لے کہ جن اعضاء سے میں یہ کام کر رہا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے کارندے اور اس کے گواہ ہیں جو قیامت کے دن میرے خلاف اللہ کے گواہ ہوں گے۔

لیکن جن افراد نے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کر لی ہو ان کا معاملہ بالکل مختلف ہوگا۔ معاویہ بن وہب سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اِذَا تَابَ الْعَبْدُ تَوْبَةً نَصُوحاً اَحَبَّهُ اللّٰهُ فَسَتَرَ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ وَ كَيْفَ يَسْتُرُ عَلَيْهِ؟ قَالَ يُنْسِيْ مَلَكَيْهِ مَا كَانَ يَكْتُبَانِ عَلَيْهِ وَ يُوْحِيْ اللّٰهُ اِلٰى جَوَارِحِهٖ وَ اِلٰى بِقَاعِ الْاَرْضِ اَنِ اكْتُمِيْ عَلَيْهِ ذُنُوْبَهٗ فَيَلْقِيْ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ حِيْنَ يَلْقَاهُ وَ لَيْسَ شَيْءٌ يَشْهَدُ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عَلَيۡهِ بِشَيۡءٍ مِنَ الذُّ نُوۡبِ.

ترجمه: جب بندہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے اور اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ راوی نے پوچھا: کیسے پردہ ڈال دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ فرشتے جو اس کے گناہوں کو لکھتے تھے وہ انہیں اس کے گناہ بھلا دے گا اور زمین کے ان حصوں کو جن پر اس نے گناہ کیئے تھے اور اس کے اعضاء کو حکم دے گا کہ اس کے گناہوں کو چھپا دیں۔ پھر جب وہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کے گناہوں کی گواہی دینے والی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ (اصول کافی-436:2)

یکسبون: کسب کمائی کو کہتے ہیں۔ اس آیت سے اور قرآن مجید کی بعض دیگر آیات سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ انسان اس زندگی میں جو بھی عمل کرتا ہے درحقیقت وہ اس عمل کو اور اس کے نتیجہ کو کما رہا ہوتا ہے اور یہ کمائی آخرت میں اس کے سامنے آئے گی۔

یہاں سے سورہ کے اختتام تک کفار کو عذاب سے ڈرایا بھی جا رہا ہے اور ایک نئے انداز سے توحید، رسالت اور آخرت کے دلائل کو بھی بیان کیا جا رہا ہے۔

وَلَوۡ نَشَآءُ لَطَمَسۡنَا عَلٰۤی اَعۡیُنِهِمۡ فَاسۡتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰی یُبۡصِرُوۡنَ(66)

وَلَوۡ نَشَآءُ لَمَسَخۡنٰهُمۡ عَلٰی مَکَانَتِهِمۡ فَمَا اسۡتَطَاعُوۡا مُضِیًّا وَّ لَا یَرۡجِعُوۡنَ(67)

ترجمه: اور اگر ہم چاہیں تو انہیں اندھا کر دیں، پھر یہ راستہ طے کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگیں گے، مگر کہاں سے دیکھیں گے۔ اور اگر ہم چاہیں تو انہیں ان کی جگہ پر ہی مسخ کر دیں، پھر نہ وہ آگے بڑھ سکیں گے اور نہ واپس آسکیں گے۔

تفسیر:

یعنی جس طرح یہ لوگ اندھے بن کر حق کو پہچاننے سے انکار کر رہے ہیں اس کی سزا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے طور پر ہم چاہیں تو ابھی اور اسی دنیا میں ان کی باطنی حقیقت کو ظاہر کر کے ظاہری طور پر بھی انہیں اندھا کر دیں اور وہ بھی اس طرح کہ نہ صرف ان کی بینائی زائل کر دیں بلکہ ان کے چہروں سے ان کی آنکھوں کا نشان اور اثر تک مٹا ڈالیں۔ نہ ان کی آنکھیں باقی رہیں اور نہ ہی وہ گڑھے جن میں آنکھیں نصب ہیں۔ اس طرح ان کا چہرہ چپٹا اور ہموار کر دیں گے۔ آیت میں لفظ **نطمس** استعمال ہوا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو اس طرح ختم کر دینا کہ اس کا اثر اور نام ونشاں تک باقی نہ رہے۔

یعنی اگر ان کو اندھا کر دیں تو پھر یہ راستہ ڈھونڈنے کے لیئے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیں گے۔ لیکن اس وقت کہاں دیکھ پائیں گے۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ اَفَلا يَعْقِلُوْنَ(68)

ترجمہ: جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں اسے خلقت میں الٹا دیتے ہیں۔ کیا یہ عقل سے کام نہیں لیتے ؟

تفسیر:

گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو اندھا کر دیں یا انہیں مسخ کر دیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اسی بات کی دلیل بیان فرما رہا ہے کہ اگر تم عقل سے کام لو تو صاف طور پر دیکھ سکو گے کہ ہم ایسا کرنے کی پوری پوری قدرت رکھتے ہیں۔ آخر تم دیکھتے ہی ہو کہ جس شخص کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کی خلقت کو الٹا کر دیتے ہیں، وہ بوڑھا ہو جاتا ہے، اس کی طاقت ختم ہو جاتی ہے اور وہ کمزور ہو جاتا ہے۔ اس کی بینائی اور سماعت بھی کم یا بالکل ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کے چلنے پھرنے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کم یا ختم ہو جاتی ہے۔ جو اللہ یہ سب کر سکتا ہے وہ تمہیں اندھا یا مسخ بھی کر سکتا ہے۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَ قُرْآنٌ مُبِيْنٌ(69)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: اور ہم نے اس (رسول) کو شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی شعر ان کے شایانِ شان ہے، یہ تو ذکر اور قرآنِ مبین ہے۔

تفسیر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین اور منکرین حق آپ پر یہ تہمت لگاتے تھے کہ آپ شاعر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں واضح الفاظ میں آپ کے شاعر ہونے کی نفی کر دی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر شعراء اپنے اشعار میں غیر حقیقی اور خیالی باتوں کو خوبصورت الفاظ کے قالب میں ڈھال کر لوگوں کے جذبات کو متاثر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ عربوں میں یہ بات رائج تھی کہ ہر شاعر کا کسی جن یا شیطان سے رابطہ اور تعلق ہوتا ہے جو شعر کہنے میں اس کی رہنمائی کرتا ہے۔

اسی پہلو کے پیشِ نظر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کے بارے میں فرمایا:

وَ مَاهُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيْمٍ

یہ کسی شیطان رجیم کا کلام نہیں ہے (تکویر:25)

ان کے ہاں یہ بھی کہا جاتا تھا کہ **احسن الشعر اکذب**ہ۔ سب سے اچھا شعر وہ ہوتا ہے جس میں سب سے زیادہ جھوٹ ہو۔ یہ مشرکین مکہ کی عجیب حماقت تھی کہ جس کے صادق اور امین ہونے کا اقرار کرتے تھے اسی کو شاعر کہتے تھے جبکہ ان کی نظر میں اچھا شاعر وہ ہوتا تھا جو اپنے اشعار میں زیادہ جھوٹ بھر سکتا ہو۔ لہٰذا شاعری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے خلاف تھی۔ آپ جو کلام لوگوں کو سنا رہے تھے وہ سو فیصد حقیقت تھا، اس میں حکمت اور حقیقت کے سوا کچھ نہ تھا اور یہ جذبات کو بھڑکانے کی بجائے عقل کو بیدار کرتا تھا اور لوگوں کو جاہلانہ اور غیر حکیمانہ زندگی گزارنے کے برے نتائج سے ڈراتا تھا:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لِيُنْذِ رَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلىَ الْكَافِرِيْنَ(70)

ترجمہ: تا کہ اس شخص کو ڈرائے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت تمام ہو جائے۔

تفسیر:

زندہ سے مراد وہی شخص ہے جس کے بارے میں اس سورۂ مبارکہ کے آغاز میں فرمادیا گیا کہ آپ صرف اس شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو اللہ کے ذکر اور اس کی ہدایت کی پیروی کرتا ہو اور رحمٰن سے غائبانہ ڈرتا ہو۔اس کے برعکس جو شخص اللہ کے ذکر اور اس کی ہدایت کی پیروی نہ کرتا ہو اور رحمٰن سے نہ ڈرتا ہو، ایسا شخص جسمانی طور پر تو زندہ ہوتا ہے مگر روحانی طور پر مردہ ہوتا ہے۔

زندگی کے مختلف درجات ہوتے ہیں:

(1) نباتاتی زندگی: یہ وہ زندگی ہوتی ہے جو نباتات یعنی پودوں اور درختوں میں پائی جاتی ہے۔ اسی زندگی کی وجہ سے ان کی نشو ونما ہوتی ہے اور وہ پھلتے پھولتے ہیں۔

(2) حیوانی زندگی: یہ وہ زندگی ہوتی ہے جو جانوروں میں پائی جاتی ہے۔ وہ کھاتے پیتے ہیں، افزائش نسل کرتے ہیں، اپنی زندگی سے پیار کرتے ہیں اور اپنی حیوانی خواہشات کی تکمیل کرتے ہیں۔

(3) انسانی زندگی: اس سے مراد حق اور باطل کی پہچان لینے اور حق کو اختیار کرنے کی صلاحیت ہے۔ یہ نباتاتی اور حیوانی زندگی سے بالاتر ہے۔ ہر انسان کے اندر، خواہ وہ مومن ہو یا کافر، نباتاتی زندگی اور حیوانی زندگی موجود ہوتی ہے۔جس انسان کے اندر انسانی زندگی موجود ہو وہ حق کو پہچان بھی لیتا ہے اور اسے اختیار بھی کر لیتا ہے۔اللہ کے رسولوں کی تعلیمات اور تبلیغات کا اثر بھی انہی پر ہوتا ہے۔اس لیئے اس آیت میں فرمایا گیا:

لِيُنْذِ رَ مَنْ كَانَ حَيًّا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تا کہ اس شخص کو ڈرائے جو زندہ ہے۔

لیکن جن لوگوں میں یہ صلاحیت مرچکی ہو وہ بظاہر تو انسان ہی ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کی زندگی حیوانی سطح پر رک چکی ہوتی ہے۔اس لیئے ان کے بارے میں فرمایا گیا:

اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلاً

ترجمہ: یہ لوگ تو صرف چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں۔(فرقان:44)

یہ لوگ حق کو جان لیتے ہیں، پہچان لیتے ہیں، مگر اسے قبول نہیں کرتے۔ چونکہ وہ حق کو پہچان لیتے ہیں اس لیئے ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے اور چونکہ پہچان لینے کے باوجود قبول نہیں کرتے لہٰذا مجرم قرار پاتے ہیں۔اس لیئے ان کے بارے میں کہا گیا:

وَّ يَحِقَّ الۡقَوۡلُ عَلَى الۡكَافِرِيۡن

اور کافروں پر حجت تمام ہو جائے۔

☆☆☆

اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِمَّا عَمِلَتۡ اَيۡدِيۡنَا اَنۡعَاماً فَهُمۡ لَهَا مَالِكُوۡنَ(71)

وَ ذَلَّلۡنَاهَا لَهُمۡ فَمِنۡهَا رُكُوۡبُهُمۡ وَ مِنۡهَا يَاۡكُلُوۡنَ(72)

وَ لَهُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ اَفَلا يَشۡكُرُوۡنَ(73)

ترجمہ: کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ جو کچھ ہم نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا اس میں سے ہم نے ان کے لیئے چوپائے بنائے جن کے یہ مالک ہیں۔ اور ہم نے انہیں ان کے لیئے مسخر کر دیا، یہ ان پر سواری بھی کرتے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہیں۔اور ان کے لیئے ان میں اور بھی فائدے اور مشروب ہیں، تو کیا یہ شکر نہیں کرتے۔

تفسیر:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان آیات میں انہی مطالب کا خلاصہ دہرایا گیا ہے جو آیات 33 سے 42 تک بیان ہوئے ہیں۔ان میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی نشانیوں کا ذکر کر کے اور اس کی نعمت کے کچھ نمونوں کا ذکر کر کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے۔

وَا تَّخَذُ وُا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ آلِهَةً لَعَلَّهُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ(74)

ترجمه: اورانہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنا لیئے کہ شاید ان کی مدد کی جاسکے۔

تفسیر:

یعنی جس رب نے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کی ضرورت کی ہر چیز مہیا فرمائی ہے، ان کو اپنی ان گنت نعمتوں سے نوازا ہے، اس کا شکر گزار بندہ بن کر اس کی عبادت کرنے کی بجائے اسے چھوڑ کر انہوں نے شیاطین اور فرعونوں اور بتوں کو اپنا معبود بنالیا اور یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ ان کے یہ معبود ان کی کوئی مدد کرسکیں گے۔حالانکہ ان کے یہ معبود ان کی مدد کرنے کی کوئی استطاعت نہیں رکھتے۔نہ ہی ان کے ہاتھ میں کسی کے نفع ونقصان کا کوئی اختیار ہے۔

لا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ نَصۡرَهُم وَهُمۡ لَهُمۡ جُنۡدٌ مُحۡضَرُوۡنَ(75)

ترجمه: وہ تو ان کی کوئی مدد نہیں کرسکتے مگر یہ خود ان کے لیئے فوج کی طرح حاضر ہیں۔

تفسیر:

اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے خود ساختہ معبود تو ان کی مدد کرنے کی کوئی صلاحیت نہیں رکھتے البتہ یہ خود اپنے معبودوں کے محافظ اور ان کے سپاہی بن کر ان کی حفاظت کی ذمہ داری ادا کرنے کے لیئے ڈیوٹی پر حاضر کھڑے ہیں۔جب یہ سپاہی اور محافظ نہ ہوں تو یہ اپنی حفاظت بھی نہیں کرسکتے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کو تنہا پا کر انہیں توڑ ڈالا تھا اور وہ اپنی حفاظت نہ کرسکے تھے، تمہاری کیا مدد اور حفاظت کریں گے؟

اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ معبود وہی ہوگا جو ہر قسم کی مشکلات میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنے بندے کی مدد اور نصرت کرنے پر قادر ہو۔ جو مدد اور نصرت کرنے کی قدرت نہیں رکھتا وہ معبود ہونے کا حقدار کیسے ہوسکتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو اپنے بندوں کی مدد کرنے کی پوری پوری قدرت رکھتا ہے:

وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ (حج:39)

ترجمہ: اوراللہ ان کی مدد اور نصرت کرنے کی پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔

☆☆☆

فَلا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ، اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ (76)

ترجمہ: پس آپ ان کی باتوں سے غمگین نہ ہوں، جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں، سب ہمیں معلوم ہے۔

تفسیر:

یعنی توحید، آخرت اور آپ کی رسالت کے بارے میں جو بے بنیاد باتیں یہ کفار و منکرین کہتے ہیں، آپ کو اللہ کا رسول ماننے کی بجائے آپ پر شاعر یا جادوگر ہونے کے الزامات لگاتے ہیں، غریب اور نادار مسلمانوں کو مختلف قسم کے طعنے دیتے ہیں، آپ ان کی ان باتوں سے غمگین نہ ہوں۔ ان کی ان سب باتوں کو ہم بخوبی جانتے ہیں۔ ہم تو ان کی ان باتوں کو بھی جانتے ہیں جو یہ زبانوں پر نہیں لاتے اور اپنے دلوں میں پوشیدہ رکھتے ہیں۔ ہم وقت آنے پر انہیں ان کی باتوں کی سزا دیں گے۔ لہٰذا آپ کو اس بارے میں اپنا دل تنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُبِيْنٌ (77)

ترجمہ: کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ ہم نے اسے ایک نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ یکا یک کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہو گیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تفسیر:

یعنی انتہائی ناچیز اور حقیر نطفے سے انتہائی ذہین وفطین اور بحث وتکرار کرنے والے انسان کی خلقت تو تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہی ہو۔اس کے بعد اس بات کو کیوں ناممکن سمجھ رہے ہو کہ جس خالق نے نطفے سے یہ انسان پیدا کیا وہ اس انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔

وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَ نَسِیَ خَلْقَهٗ، قَالَ مَنْ یُحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ (78)

قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٍ (79)

ترجمه: اوراس نے ہمارے لیئے مثال پیش کی اوراپنی خلقت کو بھول گیا اور کہا کہ ان ہڈیوں کو جو بوسیدہ ہو چکی ہیں کون زندہ کرے گا۔ کہہ دیجیئے انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں پیدا کیا اور وہ ہر قسم کی خلقت کا خوب علم رکھتا ہے۔

تفسیر:

روایات میں ہے کہ ابی ابن خلف،عبداللہ بن ابی، عاص بن وائل اور ایسے ہی کچھ اور افراد کسی قبرستان سے کسی مردے کی بوسیدہ ہڈی اٹھائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آئے اور کہنے لگے کہ اس بوسیدہ ہڈی کو کون دوبارہ زندہ کرے گا؟ ان احمقوں کا سیدھا اور واضح سا جواب یہی ہے کہ جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا وہی اسے دوبارہ بھی پیدا کر دے گا۔اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے۔

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَا اَنْتُمْ مِنْهُ تُوْقِدُوْنَ (80)

ترجمه: وہی جس نے سبز درخت میں سے تمہارے لیئے آگ بنائی، جس میں سے تم آگ جلاتے ہو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تفسیر:

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہاں سبز درخت سے مراد مرح اور عقار نام کے دو درخت ہیں جن کی ٹہنیوں کو آپس میں رگڑ کر آگ جلانے کا کام لیا جاتا تھا۔ یہاں اس بات کی طرف متوجہ کیا جارہا ہے کہ جو خالق گیلی ٹہنیوں سے آگ پیدا کرسکتا ہے اس کے بارے میں یہ بحث کیوں کی جائے کہ وہ مردے کو زندہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

اَ وَلَيْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ الاَرْضَ بِقَادِرٍ عَلیٰ اَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ، بَلیٰ، وَهُوَ الْخَلاَّ قُ الْعَلِيْمُ(81)

ترجمہ: کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے (اور آسمان وزمین) پیدا کردے؟ کیوں نہیں! جب کہ وہ خلاق اور علیم ہے۔

تفسیر:

اس آیت میں انسان کو اس بات کی طرف متوجہ کیا جارہا ہے کہ جو خالق آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان موجود ستاروں، سیاروں اور کہکشانوں کی محیر العقول دنیا کا خالق ہے، کیا ایسا علیم اور قدیر خالق ایسے اور زمین وآسمان پیدا نہیں کرسکتا؟ کیا وہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا جب کہ وہ ہر قسم کی خلقت کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔

اگر یہ بات مان لی جائے کہ کوئی قیامت اور آخرت نہیں ہوگی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ:

(1) یا تو اللہ ایسا کرنے کا علم نہیں رکھتا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کا علم ناقص ہے۔

(2) یا ایسا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی قدرت میں نقص ہے۔

(3) اگر علم اور قدرت رکھنے کے باوجود نہیں کرے گا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس نے انسان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور کائنات کو بے مقصد اور عبث پیدا کیا۔ یعنی انسان اور کائنات کی تخلیق ایک غیر حکیمانہ اور لغو عمل ہے۔ غیر حکیمانہ فعل انجام دینا بھی ایک عیب اور نقص ہے جب کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔ لہٰذا قیامت اور آخرت ضرور آ کر رہے گی۔

مگر قیامت آئے گی کیسے؟ اتنی وسیع و عریض کائنات کو تباہ کر کے اس کی جگہ ایک نئی کائنات کو بنانے کے عظیم منصوبے پر عمل کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ دیا جا رہا ہے کہ یہ تمہاری نظر میں ناممکن یا مشکل ہوگا لیکن اللہ کے لیئے بہت آسان ہے اس لیئے کہ:

اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (82)

ترجمہ: اس کی تو شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے
تو اسے کہتا ہے کہ ہو جا، اور وہ ہو جاتی ہے۔

تفسیر:

انسان جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو کبھی وہ کام ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ لیکن جب اللہ کسی کام ارادہ کر لیتا ہے تو وہ ہو کر رہتا ہے۔

اسی طرح جب انسان کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے ارادے اور اس کام کے انجام پانے کے درمیان کئی مراحل آتے ہیں جو بعض اوقات بہت کٹھن اور مشکل ہوتے ہیں۔ یہاں انسان کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ایسی قدرت رکھتا ہے کہ ارادہ کر کے اسے حکم دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ اسے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیئے نہ کوئی منصوبہ بندی کرنی پڑتی ہے نہ مشکل اور کٹھن مراحل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے رونما ہو جانے کا حکم دینے کے لیئے ''کــن'' (یعنی ہو جا) کے الفاظ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ اس کا ارادہ کر لینا ہی اس کا کہہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دینا ہوتا ہے۔لیکن اگر وہ یہ کہہ دیتا کہ ''جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ہو جاتی ہے'' تو اس سے یہ واضح نہ ہوتا کہ اس کا حکم نافذ ہونے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ہم انسان بھی جتنے کام بھی کرتے ہیں ارادہ کرتے ہیں تو وہ کام ہوتے ہیں۔لیکن ہمارے ارادے اور ہمارے کام کے ہونے کے درمیان بعض اوقات کئی کئی سال لگ جاتے ہیں۔ یہاں صرف انسانوں کو یہ بات سمجھانے کے لیئے یہ انداز اختیار کیا گیا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کر لیتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

آیت میں لفظ اِنَّمَا اَمْرُہٗ استعمال ہوا ہے۔امر کے معنی کے بارے میں مفسرین نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔ایک رائے یہ ہے کہ امر سے مراد حکم ہے۔ایک رائے یہ ہے کہ امر سے مراد کام ہے۔ایک رائے یہ ہے کہ امر سے مراد شان ہے۔

پہلی رائے کے مطابق آیت کا ترجمہ یہ ہوگا:

''اس کا تو حکم اس طرح ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو جا، اور وہ ہو جاتی ہے''۔

دوسری رائے کے مطابق ترجمہ اس طرح ہوگا:

''اس کا کام تو اس طرح ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو جا، اور وہ ہو جاتی ہے''۔

تیسری رائے کے مطابق آیت کا ترجمہ اس طرح ہوگا:

''اس کی تو شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو جا، اور وہ ہو جاتی ہے''۔

ان میں سے کوئی بھی مطلب لیا جائے نتیجہ ایک ہی ہے کہ جب اللہ کسی چیز کا ارادہ کر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لے تو وہ ہو کر رہتی ہے، کوئی طاقت اس کو ہونے سے روک نہیں سکتی۔ ہم نے تیسرے معنی کو اس لیئے ترجیح دی کہ پہلے دو معنی بھی اس کے ذیل میں آجاتے ہیں۔

فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ(83)

ترجمہ: پس ہر نقص، عیب اور کمزوری سے پاک ہے وہ ذات کہ ہر چیز کا ملکوت اسی کے ہاتھ میں ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

تفسیر:

ملکوت مُلک سے اسم مبالغہ ہے۔ ملک حکومت اور اقتدار کو کہتے ہیں جبکہ ملکوت کبھی ختم نہ ہونے والی حقیقی حکومت کو کہتے ہیں۔ دنیاوی بادشاہوں اور حکمرانوں کی حکومت حقیقی نہیں ظاہری ہے۔ لیکن اللہ تعالٰی کی حکومت ظاہری نہیں بلکہ حقیقی حکومت ہے جو کائنات کی ہر چیز پر حاکم ہے۔ یہ اسی ملکوت کا اثر ہے کہ وہ جس چیز کو وجود میں آنے کا حکم دیتا ہے وہ معرض وجود میں آجاتی ہے، جس کام کا ارادہ کرتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں پہلے یہ بات بتائی گئی کہ اللہ تعالٰی ہر عیب اور نقص سے پاک ہے (فَسُبۡحٰنَ الَّذِی)، پھر بتایا گیا کہ ہر چیز پر اس کی حقیقی اور لازوال حکومت قائم ہے (بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ)۔ یہ دراصل اسی بات کی تاکید ہے کہ وہ ہر نقص، عیب اور کمزوری سے پاک ہے۔ اس لیئے کہ اگر وہ کسی چیز کا ارادہ کرے اور پھر وہ چیز حقیقت کا روپ نہ دھار سکے تو اس کے یہی معنی ہوں گے کہ اس کے علم، قدرت، ارادے اور حاکمیت و حکومت میں کوئی کمزوری تھی جس کی وجہ سے وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ بالفاظ دیگر چونکہ اللہ کا علم ہر نقص و عیب و کمی سے پاک ہے، اس کی قدرت ہر نقص و عیب و کمی سے پاک ہے، اس کا ارادہ ہر نقص و عیب و کمی سے پاک ہے اور اس کی حکومت ہر نقص و عیب و کمی سے پاک ہے لہٰذا وہ جب بھی کسی چیز کو ہو جانے کا حکم دیتا ہے وہ ہو کر ہی رہتی ہے۔ لہٰذا قیامت بھی اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایک حکم اور ارادے سے ہی برپا ہو جائے گی اور مردے اس کے ارادے سے ہی زندہ ہو کر قبروں سے نکل آئیں گے۔

ان تمام حقائق اور دلائل کا ایک ہی اٹل اور یقینی نتیجہ ہے کہ

وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ

''تم ضرور اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے''

جب یہ بات حتمی اور اٹل ہے کہ تمہیں اس کی طرف لوٹنا ہے تو یہ سوچ لو اور فیصلہ کر لو کہ اس کی بارگاہ میں کس طرح حاضر ہونا ہے:

اس کا بندہ بن کر یا شیطان کا بندہ بن کر؟

اس کا فرمان بردار اور مطیع بن کر یا اس کا باغی اور مجرم بن کر؟

یہ زندگی کیسے گزارنی ہے؟

اپنی جاہلانہ خواہشات کے زیر اثر ہو کر یا قرآن حکیم کی حکیمانہ ہدایات کے تابع ہو کر؟

☆☆☆

والحمدللہ رب العالمین

ضمیمہ (صفحہ 62 سے متعلق)

حوزہ علمیہ قم میں درس قرآن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر دہشت گردی کا حملہ

فقیہ قرآنی آیت اللہ العظمیٰ ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ قم میں حرم حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا سے تھوڑے ہی فاصلے پر واقع مسجد امام رضا علیہ السلام میں درس تفسیر قرآن دیا کرتے تھے۔ سوا دس سے گیارہ بجے تک فارسی میں اور سوا گیارہ سے بارہ بجے تک عربی میں درس ہوا کرتا تھا۔

22 ستمبر 1987 کو تقریباً ساڑھے دس بجے، جب کہ فارسی میں درس شروع ہوئے بمشکل پندرہ منٹ گزرے ہوں گے، ستّر، اسّی کے لگ بھگ پاکستانی طالب علم نما غنڈوں نے درس پر حملہ کر دیا۔ اس دہشت گرد گروہ کا تعلق تحریک نفاذ فقہ جعفریہ (عارف حسینی گروپ) سے تھا اور اس حملے کی قیادت راجہ ناصر نامی ایک شخص کر رہا تھا جو آج کل پاکستان میں مجلس وحدت مسلمین کے نام سے فرقہ وارانہ سیاسی سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ اس حملے میں درس میں شریک طالب علموں کو زد وکوب کیا گیا، ان میں سے بعض کو زخمی اور مجروح کر دیا گیا جن میں راقم الحروف بھی شامل تھا۔ حملے کے دوران قرآن مجید کے نسخے حملہ آوروں کے پیروں تلے روندے گئے، طالب علموں کے خون سے مسجد کو آلودہ کیا گیا اور بے ہودہ نعرہ بازی اور دہشت گردی کی اس کاروائی سے مسجد کے تقدس کو بھی پامال کیا گیا۔ راقم اور کچھ ایرانی دوستوں نے جو اس درس میں شریک تھے اس واقعہ کی رپورٹ قم کے پولیس سٹیشن میں درج کروائی۔ بعد ازآن پانچ ماہ تک علماء کی خصوصی عدالت (دادگاہ ویژہ روحانیت) میں مقدمہ کی کاروائی چلی۔ چونکہ مجرموں کو حوزہ علمیہ کی انتظامیہ کی سرپرستی اور حمایت حاصل تھی، فروری 1988 میں عدالت نے کوئی فیصلہ سنائے بغیر مقدمہ ختم کر دیا۔ عدالت کے اس غیر منصفانہ رویے کی اطلاع راقم نے ایک خط کے ذریعے اس وقت کے ایران کے چیف جسٹس آیت اللہ سید عبدالکریم موسوی اردبیلی کو دی لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

استادمحترم آیت اللہ صادقی تہرانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اوران کے شاگردوں نے اس حملے سے مرعوب ہوئے بغیر درس کا سلسلہ جاری رکھا اوراسی دن سوا گیارہ سے بارہ بجے تک عربی زبان میں درس تفسیر قرآن اپنے معمول کے پروگرام کے مطابق ہوااور درس کا سلسلہ جاری رہا۔ فرق پڑا تو صرف اتنا کہ درس میں شرکت کرنے والے طالب علموں کی تعداد کچھ کم ہوگئی۔

کچھ عرصہ بعد 1991 میں، جب راقم پاکستان واپس آچکا تھا، ایک بار پھراسی مسجد میں درس پرحملہ ہوا۔اس بار حملہ کرنے والے ایرانی تھے۔پولیس نے رپورٹ بھی درج نہیں کی اور استادمحترم کوٹیلیفون پرکہا گیا کہ پہلے بھی آپ کے درس پر حملے کے ذریعے آپ کوایک پیغام دیا گیا تھامگرآپ نے اسے نظرانداز کردیا۔اب اس حملے کے ذریعے دوبارہ آپ کوپیغام دیاجارہاہے۔ اگراب بھی آپ نے درس جاری رکھاتو نتائج کے ذمہ دارآپ خودہوں گے۔

اس طرح حکومتی سرپرستی میں تشدداور دہشت گردی کے ذریعے تفسیرقرآن کا یہ درس صرف اس لیئے بندکردیا گیا کہ اس درس میں قرآن حکیم کی روشنی میں، اندھی تقلید پرمبنی روایتی مذہبی سوچ کا محاکمہ کیاجاتا تھاجواندھی تقلید کے تاجروں کے لیئے قابل تحمل نہیں تھا۔

☆ ☆ ☆

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com